

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمد کراچی

جسٹریٹ ایل نمبر ۲۶۵

قیمت سالانہ

معاونین سے

عوام سے

طلبہ سے

# شہادت نمبر ۱۳۶۳

بھیرہ پنجاب

جلد ۱۵ بھیرہ پنجاب محرم ۱۳۶۳ مطابق جنوری ۱۹۴۲ء نمبر ۱

## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	مصنوع نگار حضرات	صفحہ
۱۔	شہید کر بلا کی نماز	جوش ملیح آبادی	۲
۲۔	میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت	از مولانا سید سلیم الدین صاحب کاکاشیل رکن ادارہ اہل سنت	۳
۳۔	یوم عاشورا	تالیف و تصنیف مدرس دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ	۲۶
۴۔	یذات محرم	"	۲۹
۵۔	ماہنامہ حسین پر ایک فتویٰ	شیخ محمد تقی صاحب مجتہد اصفہانی	۳۱

## سرخ پینسل کا نشان

یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پینسل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چند مکی معارف اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ میں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ کا پرچہ بذریعہ دی پی آر سال خدمت ہو گا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہو گا۔ (غلام حسین میجر رئیس الاسلام)

ادارہ غلام حسین میجر رئیس اسلام بھیرہ پنجاب محرم ۱۳۶۳ مطابق جنوری ۱۹۴۲ء



# شہید کر بلا کی نماز

(جوش ملیح آبادی)

کیا نماز شاہ تھی ارکان ایمانی کے ساتھ  
حشر تک قائم ہے تیرا نام اے ابن رسول  
صرف رو لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن  
انکھ میں آنسو ہوں سینے میں شراب زندگی  
شرم اے پروانہ شمع شہید کر بلا  
تو نے شان ابن حیدر کو مٹا کر رکھ دیا  
مجھ کو حیرت ہے کہ اے پروردہ دین عرب  
مرد اگر ہے کھا ہوا بھی دامن شمشیر کی  
طاقتیں باطل کی جھک جائیں گی قدموں پر  
ہم تجھے پہچانتے تھے اے محرم کے ہلال  
کہ رہا ہے آج تک ہر قطرہ خون حسینؑ

دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدہ میں شانی کیسا  
کر گیا ہے تو وہ احسان نوع انسانی کیسا  
جانفتانی بھی ہے لازم اشک افشانی کیسا  
موجہ آتش بھی ہو جھپٹے ہوئے پانی کیسا  
اس قدر بے اعتنائی شعلہ سامانی کیسا  
صلح کر کے ظالموں کے جو رہنمائی کیسا  
عہد تو نے کر لیا کیونکر تن آسانی کیسا  
دُقر تہذیب کی اوراق گردانی کیسا  
عہد محکم ہے اگر حق کی نگہبانی کے ساتھ  
عشق تھا جب تک ہمیں خنجر کی عریانی کیسا  
نعمتوں کو ربط اگر کچھ ہے تو قربانی کیسا

جوش ہم ادنیٰ غلامان علیؑ مرتضیٰ

تمکنت سے پیش آتے ہیں جہان بینی کیسا

# میدان کربلا میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل رکن ادارہ تالیف و تصنیف و مدرس دارالعلوم غزنیہ)  
سیک عراق منتظر کشت حجاز تشہ کا  
خلج حسین بازوہ کوفہ و شام خلیش ا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت  
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری خلافت  
کے بعد اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سارے  
عالم اسلام کے خلیفہ بن گئے۔ انہوں نے اسلامی حکومت کا  
رقبہ بہت بڑھایا۔ اور اس کو تمدنی حیثیت سے بڑی ترقی  
دی۔ آپ کے زمانہ میں مسلمانوں میں سندھ کی فتوحات ہوئیں  
اور کابل سے گذر کر دکن خیمبر کے راستہ مہلب بن ابی صفرو  
نے حکم کیا۔ سندھ میں ترکستان کی فتوحات ہوئیں۔ بخارا و قزوین  
تک اسلامی حدود بڑھادے گئے۔ اور اسی طرح اسکندریہ ہی  
سے شمالی افریقہ کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور رومیوں  
سے بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ تمام مشرقی یورپ کے مرکز  
قسطنطنیہ پر ۶۳۴ء میں بڑے اہتمام کے ساتھ فوج کشی کی  
حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر  
رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت  
امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات اس جہاد میں شریک  
ہوئے۔ اس لڑائی میں ایک حصہ فوج کا سردار آپ کا لڑکا  
یزید بن معاویہ بھی تھا۔ آپ کے زمانہ میں بحیرہ روم کے بہت  
سے اہم جزائر پر اسلامی چم لہرایا گیا۔ آپ نے تمام ممالک  
اسلامیہ کا نہایت بہترین اور عادلانہ انتظام کیا غلطائے  
راشدین کے بعد آپ کی حکومت بہت مفید اور بعد میں  
آنے والے تمام تر خلفاء سے بہر نفع بہتر تھی۔ اور کیوں نہ ہو  
جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں عظیم  
الکتاب امداد کی دعا فرمائی۔ اور آپ نے حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ سے فرمایا اذ املکت فاعمل اور حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انکار  
کو ناپسند نہ سمجھو۔ کیونکہ اس کے بعد سردھڑ سے جدا ہونے  
شروع ہو گئے۔  
بنو ہاشم کے ساتھ آپ کا حسن سلوک  
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بنو ہاشم اور اہل بیت  
نبوی کے ساتھ حد درجہ شرفانہ اور تحملانہ تھا چنانچہ حضرت  
امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست بردار ہوتے  
وقت شرائط صلح میں ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کہ تمام  
بنو ہاشم کو وظائف دئے جائیں گے۔ اور ان وظائف میں  
انہیں بنی امیہ کے افراد پر ترجیح حاصل ہوگی۔ حضرت امام  
حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بوقت وفات جو آخری  
وصیت یزید کو کی ہے اس کا ذکر آئے والا ہے۔ حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب  
رضی اللہ عنہ ان کے پاس شام تشریف لے گئے۔ انہوں نے  
اُن کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ اور جب ایک ضرورت پکڑی  
انہوں نے امداد کا مطالبہ کیا۔ تو آپ نے اُن کو پچاس ہزار  
درہم دیئے۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ شام میں آپ  
کے پاس رہے اور آپ اُن کی امداد ہمیشہ کیا کرتے تھے۔  
ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چچری بہن اروی  
ان کے پاس آئیں اور اہل بیت کے فضائل و مناقب اور  
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں اس نے ایک پر جوش

نہایت زوردار تقریر کی کہ اب اس المومن کا جس کو ہم

تقریر کی اور کہا کہ مجھے چھ ہزار دینار کی ضرورت ہے۔ آپؐ ان کی ساری تقریر نہایت خوشی اور تھلی سے سنتے رہے اور اسی وقت چھ ہزار کی رقم ان کے حوالہ کی اور یہ اس کو لے کر واپس گئیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما - عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما اور آل ابی طالب کے دوسرے افراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق آیا کرتے تھے۔ آپ ان سب کی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جہلن نوازی کرتے تھے۔ اور ان کی تمام ضروریات پوری کرتے۔ اس کے بدلے میں بھی یہ لوگ ان کے ساتھ اگر کوئی درستی کرتے تو آپ اس سختی کو مذاق میں اڑاتے اور بات کو ٹال جلتے۔ اور اس کے جواب میں بیش قیمت تحائف اور بڑی بڑی رقبے دیتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت نبوی کے ساتھ حسن سلوک اور تحمل و برداشت کا معاملہ اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ شیعہ مؤرخ بھی اس کے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درشت خط لکھا مگر آپ نے اس کو برداشت کر کے دلہنسی جواب بہت نرم تحریر کیا اور ناگوار بات لکھنے کی ممانعت کی اور ہر سال ہزاروں درہم و دنانیر اور دوسرے بیش قیمت تحائف شام سے مدینہ منورہ ان کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ ایک مرتبہ یمن کا خراج امیر شام کے پاس اونٹوں پر لے کر بارہا تھا جب مدینہ میں پہنچا تو سب مال خراج امام حسین رضی اللہ عنہ نے ضبط کر کے اپنے اہل بیت اور احباب پر تقسیم فرمایا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ تمام مال میں لے لے لے لے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر برا

نہ مانا۔ اور جواب یہ دیا کہ اگر آپ وہ قافلہ یہاں آئے دیتے پھر بھی جو کچھ حصہ آپ کا ہوتا میں اس سے دریغ نہ کرتا۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ میں آپ کی قدر و منزلت جانتا ہوں اور آپ کو اس اقدام پر بھی معاف کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زید عبدالرحمن بن جعفر طیار بھی دربار امیر شام میں بہت رسوخہ رکھتے تھے۔ اس قسم کی بہت سی روایتیں ملاباقرطبی کی کتاب جلاء العیون اور شیعوں کی معتبر تاریخ تاریخ التوارخ میں موجود ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا ولی عہد قرار کیا تھا یزید میں سپاہیانہ اہلیت موجود تھی اور اس نے قسطنطنیہ وغیرہ مہمات میں فوج کی سرداری بھی کرتا رہا کچھ محبت پوری کا طبعی غلبہ بھی تھا اس لئے انہوں نے نیک نیتی اور خلوص قلب سے امت کو افتراق و شقاق سے بچانے کے لئے یہ کام کر لیا اگرچہ ان کا یہ اجتہاد بعد کے واقعات سے غلط ثابت ہوا لیکن ان سے ان کی نیت پر حملہ نہیں کیا جاسکتا، ہاں یہ ایک ایسے سلسلہ کا آغاز تھا جو ان سے قبل خلفاء راشدین میں سے کسی نے نہیں کیا اور یہی چیز آئینہ بہت سے فتنوں کا باعث بنی اور بعد میں آنے والوں نے ان کے اس طریقہ کو آڑ بنا کر خلافت کو ایک خاص نسل و قوم میں محدود قرار دیا اور اس طرح اسلام کی جمہوری روح تباہ ہو گئی یزید کے لئے بیعت لیتے وقت جب بعض اور اکابر کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی انکار فرمایا تو آپ نے ان کو مجبور نہیں کیا اور صرف عوام سے بیعت لے لی جب آپ بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی تو یزید کو جو کہیں باہر شکار کے لئے گیا ہوا تھا بلا کر وصیت کی جس کے خاص اہلِ اہلِ بیت ہیں، ”میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہلِ حجاز کا ہمیشہ ملنا نظر رکھنا

۱۔ سیر الصحابہ بحوالہ الغفری ص ۹۲ اور شیعہ تاریخ تاریخ التوارخ جلد ۶ ص ۳۱  
۲۔ لسان الملک مرزا محمد تقی ایرانی شیعہ کی متبر شیعہ تاریخ تاریخ التوارخ جلد ۶ ص ۳۱  
۳۔ مجلس المؤمنین مجلس ششم۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انجام دہنی و فراست کی داد دینی چاہئے کہ انہوں نے وفات کے وقت باوجود ہر طرح کی اہلیت کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ بلکہ صاف انکار کیا۔ کہ میں اپنے صاحبزادے کی بجائے نبی عدی میں سے کسی کو مقرر نہیں کرتا۔ رضی اللہ عنہ۔



ہوئی شخصیت کے مطابق تجزیہ و تکھین ہوئی طحاہ بن قیس نے غار  
جبلہ پر صاعی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاعی کاتب  
وجی اور عرب کا ایک جلیل القدر بزرگ مشق کی سرزمین میں سپرد  
خاک کیا گیا انتقال کے وقت اٹھتر سال کی عمر تھی اور ۱۹ سال چنہ  
مبینہ خلافت کی تھے

### یزید کی تخت نشینی

سیول بیت جمل کے بطن سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے  
دوران میں اس کی پیدائش ہوئی تھی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ  
عنہ کے زمانہ خلافت میں مختلف مہمات کی سرداری بھی کر چکا تھا  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لینے  
وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی  
عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبدالرحمن بن  
ابی بکر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے یزید کی تسلیم نہیں کی تھی۔  
اس لئے تخت نشینی کے بعد یزید کے سامنے سب سے پہلے اسی  
قضیہ کو حل کرنا تھا جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے  
وصیت کر کے فرمایا تھا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ  
بن عمر رضی اللہ عنہما سے تو کوئی خاص خطرہ نہیں تھا لیکن امام حسین  
رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جانب سے  
دعویٰ خلافت کا یقین تھا جس سے تمام دنیا کے اسلام میں یزید  
کے خلاف انقلاب برپا ہو جاتا اس لئے تخت نشینی کے ساتھ ہی  
اس نے ولید بن عتبہ کو حکم دیا کہ وہ دووں سے بیعت لینے  
کا تاکید کی حکم بھیجا ابھی تک مدینہ منورہ میں ان دووں کی وفات  
کی خبر نہ پہنچی تھی مروان بن الحکم نے تو یہ زور بیعت لینے کا مشورہ  
دیا مگر ولید نیک دل اور اہل بیت کا غیر خواہ تھا اس نے تشدد  
مناسب نہ سمجھا اور دووں حضرات کو اپنے پاس بلا لیا قرآن سے  
دووں اندازہ کر چکے تھے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر  
آئی ہوگی اور یہیں یزید کی بیعت کے لئے طلب کرتے ہیں حضرت  
امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کو خلافت کے لئے نااہل سمجھتے تھے اور

۳۷ استیعاب جلد اول ۲۶۲ ۳۶۲ جلاء العیون ملابا تقریبی ۲۴۴

کہ وہ تمہاری اصل میں اس لئے جو جازی تمہارے  
پاس آئے اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا  
اور اس کی عزت کرنا احسان کرنا اور جو د آئے اس  
کی خبر گیری کرتے رہنا۔ عراق والوں کی خواہش پوری  
کرنا تھی کہ اگر وہ روزانہ عاملوں کی تبدیلی کا مطالبہ  
کریں تو روزانہ تبادلہ کر دینا کیونکہ عاملوں کا تبادلہ  
تلوار کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے شامیوں کو اپنا  
مشیر کار بنانا سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس  
میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما عبداللہ بن عمر رضی اللہ  
عنہما عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ  
بن زبیر رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کوئی حریف نہیں  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ  
انہیں زہد و عبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے واسطہ  
نہیں عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی ساھیلوں  
کے پیرو ہوں گے البتہ حسین رضی اللہ عنہ کو عراق  
والے تمہارے مقابلہ پر ضرور لاکھوڑیں گے اس لئے  
جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر  
قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کیونکہ  
وہ قربت والے۔ بڑے حق دار اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ہیں

اپنے متعلق وصیت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے مجھے ایک کتبہ مرحمت فرمایا تھا اس کو میں نے اسی  
حلق کے لئے محفوظ رکھا تھا آپ کے موئے مبارک اور  
ناخن شیشہ میں محفوظ ہیں اس کرتے میں مجھے کفتانا اور ناخن  
اور موئے مبارک کو آنکھ اور منہ میں رکھنا شاید خدا تعالیٰ اس  
کی برکت سے معفرت فرمائے

ان وصیتوں کے بعد جب ۳۷ میں آپ کی وفات

آئی آپ کی یہ وصیت پڑی اور غوی میں بھی ہے اور شیعوں کی کتابوں میں امام  
حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق اس سے بھی زیادہ تاکید الفاظ ہیں دیکھو ملابا تقریب  
کلی کی کتاب جلاء العیون ص ۲۴۴ و ۲۴۵ اور تاریخ التواتر ص ۲۴۵  
پہری جلد ۲ اور تاریخ التواتر ص ۲۴۵

ہو سکے کی بنا پر یزید کی بیعت دل سے آپ کو ناپسند تھی۔ لیکن دوسری طرف جمہور امت کے خلاف بھی جانا نہیں چاہتے۔ اور اہل عراق خود آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ مدینہ منورہ میں بیعت کے قیام ناممکن تھا۔ اس لئے محمد بن حنفیہ کی رائے سے آخر یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ مکہ معظمہ روانہ ہوں ولید نے حضرت حسین کے پاس یاد دہانی کے لئے پھر آدمی بھیجا۔ آپ نے ایک دن کی جہلت اور مانگی ولید نے اسے بھی منکر کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سفر مکہ شعبان ۶۱ھ

میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے جانے کے بعد دوسری رات آپ صبح اہل و عیال مکہ معظمہ کے ارادہ سے ساتوں رات روانہ ہو گئے۔ صبح ولید کو ان کی روانگی کی خبر ہو گئی۔ مگر اس نے کہا کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تقاب نہیں کرتا ممکن ہے کہ میں سامنا ہو جائے اور مقابلہ کی صورت پیش آکر مجھے اُن کے خون سے ہاتھ رنگنا پڑے جو مجھے کسی طرح بھی گوارا نہیں جاتے ہوئے راستہ میں حجاب اہل بیت عبداللہ بن مطیع نے۔ انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا مکہ جاتا ہوں۔ ابن مطیع نے کہا خیر وہاں جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن خدا کے لئے کوفہ کا قصد نہ کیجئے گا۔ وہاں کے لوگ بڑے غدار ہیں۔ انہوں نے آپ کے والد اور بھائی دونوں کو دھوکہ دیا۔ آپ حرم میں بیٹھ کر اطمینان سے لوگوں کو دعو دیجئے۔ اور حرم کا گوشہ ہرگز نہ چھوڑیئے، مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد آپ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا آپ کی آمد کی خبر سن کر جو درجہ حرارت کے لئے لوگ آئے تھے۔

اہل کوفہ کے دعوتی خطوط عراق کے شیعیان علی امیر مومنین کے خلاف تھے۔ ان کی وفات کے بعد انہوں نے خلافت کو اہل بیت میں منتقل کرنے کی کوشش شروع کی۔ سلیمان بن خالد خزاعی کے گھر میں سب اکٹھے ہوئے۔ اور سب نے مل کر آپ کے نام دعوت نامہ بھیجا۔ جس پر سلیمان بن خالد، مسیب بن نجیہ، رفاعہ بن شداد وغیرہ اہل کوفہ کے دستخط تھے۔ اور

ان کے خیال میں اس کا خلیفہ ہونا مصالح امت کے خلاف تھا مگر اس کے متعلق وہ عامۃ المسلمین کی رائے تک اپنی رائے کو موقوف رکھنا چاہتے تھے اور دیکھنا یہ چاہتے تھے کہ مسلمان اس کے متعلق کیا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ فی الحال انکار کی صورت میں ملک کس قدر نازک صورت اختیار کر سکتا ہے اس لئے اپنی حفاظت کا سامان مکمل کر کے ولید کے پاس پہنچے اور مکہ کے باہر آدمیوں کو متعین کر دیا ولید نے انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن کر مزید کا حکم سنایا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور امیر کے لئے دعا فرمائی اور پھر فرمایا کہ میرا جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لئے فریاد ہے۔ جب عام لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو میں بھی آجاؤں گا۔ ولید امن پسند اور نیک آدمی تھا اس پر راضی ہو گیا اور آپ لوٹ آئے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک دن کی جہلت لئے کئی راتوں رات مکہ معظمہ کی طرف عام راستہ چھوڑ کر نکل گئے۔ ولید کو جب خبر ہوئی تو اُن کی تلاش میں آدمی دوڑائے۔ لیکن ابن زبیر دور نکل چکے تھے اور مکہ معظمہ پہنچ کر حرم میں پناہ گزین ہو گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے چھوڑ دینے پر مروان نے ولید کو ملامت کی۔ کہ تم نے بیعت سے لینے کا موقع خواہ مخواہ ضائع کر دیا اب اس پر قابو نہ پاسکو ولید نے جواب دیا۔ کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگیں کر کے قیامت کے دن اپنے کپڑے سیاہ نہیں کر سکتا۔

ولید کے پاس سے واپس آنے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک کشمکش میں پڑ گئے، خلفائے راشدین کے اسلامی طریقہ انتخاب کے بالکل برعکس اور قیصر و کسریٰ کے طرز کی پہلی شخصی بادشاہی ہوئے اور یزید کے مستحق خلافت نہ تھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس جملہ پر ترقیہ پر ایمان لانے والے غرض دیکھیں کہ امام خالی مقام کا ارشاد یہ ہے کہ ہم جیسے لوگوں کا معاملہ چھپ کر نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہوتا ہے بر ملا ہوتا ہے۔ لہ جلاء العیون ۲۲۵

جسے فوراً کوفہ پہنچا۔ مسلم کوفہ میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے ہی کوفہ میں یزید کے خلاف عام لہر دوڑ گئی۔

### یزید کو شکست کے پہنچنے کی اطلاع

مسلم کی آمد کی خبر سن کر ان کے پاس شیعیان علی کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہو گئی۔ لیکن وہ صحابی، رسول کو میندار، نیک فطرت اور امن پسند تھے۔ انہوں نے کسی قسم کی سختی نہیں کی۔ بلکہ لوگوں کو بلا کر صرف سمجھا دیا کہ ”فتنہ و اختلاف میں نہ پڑو۔ اس میں جان و مال کی ہلاکت و بربادی ہے۔ جب تک کوئی شخص مقابلہ کے لئے کھڑا نہ ہوگا اس وقت تک محض بدگلی پر کسی سے باز پرس نہ کروں گا۔“

عبداللہ بن مسلم الحضرمی، عمارہ بن عقبہ وغیرہ جاسوسوں نے یزید کو اطلاع دی۔ کہ مسلم بن عقیل کوفہ آیا ہوا ہے اور امام حسینؑ کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا ہے۔ عام لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں چند روز بعد حضرت حسینؑ بھی پہنچے والے ہیں، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بہت نرمی سے کام لے رہا ہے۔ اس لئے اگر حکومت کی بقا منظور ہے تو کسی زبردست گورنر کو یہاں کے لئے مامور کر کے بھیج دو۔

یزید کو جب خبر پہنچی تو پریشان ہوا۔ امیر معاویہؓ کا ایک آزاد کردہ غلام سرجون بڑا سمجھ دار اور مدبر تھا۔ اس سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ اس نے رائے دی کہ اس کام کے لئے عبید اللہ بن زیاد نہایت موزوں ہے۔ یزید ابن زیادؓ سے ناخوش تھا۔ مگر سرجون کے مشورہ کے مطابق اس نے ابن زیاد کو جو اس وقت بصرہ کا والی تھا حکم بھیجا۔ کہ کوفہ جا کر مسلم کو وہاں سے نکال دو۔ یا انہیں قتل کر دو، ابن زیاد نے کوفہ جا کر اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی۔ اور بتلایا کہ اب تمہارے شہر کا حاکم میں ہوں۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے گا میں نہایت سختی کے ساتھ پیش آؤں گا۔ اور خوب ڈرا دھمکا کر اہل کوفہ کو مرعوب کر دیا۔ اور ہر قوم و محلہ کے سردار کو ذمہ دار بنایا۔ کہ اپنے محلہ کے فتنہ پردازوں کی اطلاع دیدو۔

عبداللہ بن مسیح ہمدانی اور عبداللہ بن وال دو قاصدوں نے بڑی سرعت کے ساتھ یہ دعوت نامہ ۱۰ رمضان المبارک ۶۰ھ کو آپ کے پاس پہنچا دیا۔ اور دوسرے روز کو فیوں نے ایک سو پچاس دعوت نامے جس پر تمام کوفہ کے عمامہ شیعہ کے دستخط تھے قیس بن مطہر عبداللہ بن شداد، عمار بن عبداللہ کو دے کر روانہ کئے، اور پھر دو دن کے بعد فانی بن ابی سبعی اور سعید بن عبداللہ کو دعوت نامہ دے کر انہوں نے آپ کے سامنے بھیجا۔ جس میں لکھا تھا کہ جس قدر بھی جلد بروکے آپ ہمارے پاس پہنچ جائیں۔ یہاں کے تمام لوگ آپ کے قدم کے منتظر ہیں اور پھر شعیث بن ربیع اور حجاز بن الجبر، یزید بن حارث۔ عروہ بن قیس۔ عمرو بن حجاج محمد بن حنفیہ نے ایک اور عریضہ لکھا کہ آپ بہت جلد تشریف لے آئیں۔ تمام لشکر تادمہ و حاضر ہے۔ اور شب و روز آپ کا انتظار ہے۔ جب آپ کے پاس کوفہ والوں کے یہ پے درپے نیاز مند خط لکھ پہنچے اور وہ فوہ لے آ کر اپنے اخلاص و عقیدت کا اظہار کیا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہاری محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن میں فی الحال نہیں جاسکتا اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کی تحقیق کے لئے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے پھر میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا۔

### مسلم بن عقیل کی روانگی

مسلم دو آدمیوں کو بطور رہبر ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔ رہستہ میں آپ کو بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ پانی کی قلت کی وجہ سے انکے دونوں آدمی مر گئے۔ مسلم نے کوفہ کے قریب پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں ان دشواریوں کے ساتھ یہاں پہنچا ہوں۔ بہتر ہوتا کہ آپ یہ خدمت کسی اور کے سپرد کرتے۔ لیکن امام نے جواب میں لکھا کہ یہ تمہاری کمزوری ہے یہ خود شیعہ عالم ماباقر مجلسی کی کتاب جلاء البیون میں مذکور ہے لے ناسخ التواریخ میں تو شیعہ مؤرخ ۱۲ ہزار خطوط کا راوی ہے

## مسلم بن عقیل کی کوششیں

مسلم جب اول اول کوفہ میں گئے۔ تو ہزاروں آدمی آکر ان کے ہاتھ آمام حسینؑ کے لئے بیعت کرتے، چنانچہ آپ نے امام حسینؑ کو اس محبت و اخلاص کی اطلاع دی۔ اور لکھا کہ ہزاروں آدمیوں نے بیعت کی ہے۔ پہلے آپ مختار بن ابی عبیدہ کے گھر میں قیام فرماتے۔ لیکن ابن زیاد کے کوفہ پہنچنے پر ان تشددانہ انتظامات کے بعد آپ مختار کے گھر سے نکل گئے۔ اور ایک دوسرے محب اہل بیت بانی بن عروہ مذحجی کے یہاں تشریف لے گئے۔ اگرچہ ابن زیاد کے سخت احکام کے پیش نظر بانی کو ٹھہرانے میں کچھ تامل تھا۔ لیکن پاس مروت سے انکار بھی نہ کر سکا۔ اور بادل ناخواستہ انہیں ہلکے دیدی۔ یہاں بھی شیعیان علی کی آمد و رفت برابر جاری رہی۔ اور اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم کے چاہے بیعت کر لی۔

## بانی اور مسلم کی گرفتاری و قتل

ابن زیاد مسلم کی تلاش میں لگا ہوا تھا۔ لیکن کوئی سراغ نہ ملتا تھا۔ آخر میں اس نے اپنے غلام معقل کو سراغ دسانی پر مامور کیا۔ معقل نے مسجد میں جا کر اندازہ سے معلوم کیا کہ ایک شخص امام حسینؑ کا حامی ہے اس کے پاس جا کر اس نے آہستہ سے کہا کہ میں شامی غلام ہوں میرے دل میں اہل بیت کی محبت ہے۔ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں۔ میں تمنا ہے کہ امام حسینؑ کا کوئی داعی یہاں آیا ہو ہے میں اس کی خدمت میں جا کر یہ رقم نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ کسی کار خیر میں صرف کر دے۔ وہ شخص معقل کے اس فریب میں آگیا اور اس کو معقل کی حمایت حسینؑ کا یقین ہو گیا۔ دوسرے دن معقل اس شخص کے ہمراہ مسلم کے پاس پہنچا۔ اور تین ہزار کی نذرانہ صاحب ناخ التوا ریخ نے تو ہزار تعداد بتلائی ہے ص ۳۳۳ اور مسلم بن عقیل اور شعیان کوفہ نے جو خط لکھا اس میں ایک لاکھ شمشیر زن بتلائے گئے مہج القرآن ۵۵

پیش کر کے بیعت کی رات بھر مسلم کے پاس رہتا اور دن کو ابن زیاد کے پاس جا کر ساری رپورٹ پیش کر دیتا بانی بن عروہ علیؑ کوفہ میں سے تھے مسلم کے ان کے گھر آنے کے بعد ابن زیاد کے پاس آنا جانا اس نے ترک کر دیا تھا ابن زیاد نے محمد بن اشعث اور اسامہ بن خارجہ سے اس کے متعلق پوچھا کہ کیوں وہ میرے پاس نہیں آتا انہوں نے بیماری کا کچھ عذر بیان کیا اور پھر دو نو بانی کو ابن زیاد کے پاس جانے پر آمادہ کر کے لے گئے ابن زیاد نے پوچھا کہ تم نے مسلم کو چھپایا ہے فہر لوگوں کو ان کی بیعت کے لئے جمع کرتے ہو انہوں نے انکار کیا انکار پر معقل کے سامنے آکر پوری شہادت دی اب انکار کی گنجائش نہ رہی اس لئے ابی نے اقرار کر لیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا کہ میں نے ابن کو بلایا نہیں وہ خود میرے پاس آئے تھے میں نے ٹھہرانے میں تامل بھی کرنا چاہا مگر پاس مروت سے انکار بھی نہ کر سکا اب آپ چاہیں تو میں جا کر ان کو نکال دیتا ہوں ابن زیاد نے کہا تم یہاں سے جا نہیں سکتے یہاں بلا کر وہ ہمارے حوالے کر دو بانی کی غیرت نے یہ گوارہ کیا اور کہا کہ میں اپنے پناہ گزین کو حوالہ نہیں کر سکتا اور انکار پر ابن زیاد نے انہیں بیڑا کر قید کر دیا کوفہ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ بانی قتل کر دئے گئے یہ افواہ سن کر حضرت مسلم بن عقیل اپنے اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والوں کو ساتھ لے کر نکل پڑے ابن زیاد کو قصر مارت میں گھیر لیا اس وقت ابن زیاد نے پاس حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا چند پولیس کے آدمی اور کچھ شرفاء کوفہ کل بجاس آدمی تھے ابن زیاد نے ان نمائند کو کہا کہ قصر کی چھت پر سے اعلان کریں کہ جو شخص امیر کی اطاعت کرے گا وہ انعام و اکرام سے نوازا جائیگا اور جو مخالفت کرے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی اس اعلان پر مسلم کے تمام ساتھی منتشر ہو گئے اور چھپتے چھپتے مسلم کے پاس مروت کل تیس آدمی رہ گئے جب انہوں نے حامیان حسینؑ کی یہ غدار ی دیکھی تو توجہ کندہ کی طرف چلے گئے یہاں باقی ماندہ تیس آدمیوں نے بھی ایک ایک کھسکا تھوڑا دیا اور مسلم تنہا رہ گئے اس کس مہربانی کی حالت میں طوعہ نام ایک عورت کے درواز



دور دو سلام جاری تھا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ اے  
خدا یا میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ کر جنہوں نے  
ہم کو دھوکہ دیا جھٹلایا اور قتل کیا جلا دینے مقام قتل پر لے  
جا کر گرہ دان مار دی اور سر مبارک کے ساتھ دھڑا بھی پیچھے پھینک دیا  
اور اس دردناک قتل پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک نہایت  
قوی بازو ٹوٹ گیا

### حضرت امام حسینؑ کی نگر سے روانگی

اوپر معلوم ہو چکا کہ مسلم نے اور شیعیان کو فہ لے حضرت  
امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے حالات کی اطلاع دے کر  
آپ کو بلا بھیجا تھا۔ اس اطلاع پر آپ نے روانگی کی  
تیا ریاں شروع کیں۔ تمام اہل کوفہ اور حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ کے اعزہ و احباب کو فیوں کی غداری اور  
پرانی منافقت سے پوری طرح واقف تھے۔ حضرت علی  
رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں  
نے جو کچھ کیا تھا وہ سب کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس  
لئے کسی نے آپ کا کوفہ جانا پسند نہیں کیا۔ امام حسین رضی اللہ  
عنہ کو کوفہ کے ان جدید انقلابات اور ان کی اس غداری اور حضرت  
مسلم کی شہادت کی کوئی خبر نہ تھی۔ تیاری کرنے لگے۔ جب  
آپ کی ان تیاریوں کی خبر مشہور ہو گئی تو خیر خواہوں نے روکنے  
کی تدابیر شروع کیں۔ عمرو بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے سنا ہے  
آپ عراق جا رہے ہیں۔ وہاں آپ کے دشمنوں کی حکومت  
ہے ان کے حکام موجود ہیں مجھے خطرہ ہے کہ جن لوگوں نے  
آپ سے وعدہ کیا ہے وہی آپ سے لڑیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اگر سمجھایا کہ میں تم کو  
خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تم اس ارادہ سے باز آ جاؤ۔ اگر  
عراقیوں نے شامی حکام کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہو تو  
بے شک جاؤ۔ اور اگر مخالفین کی حکومت قائم ہے تو یقیناً  
کہ عراقیوں نے تم کو محض لڑنے کے لئے بلایا ہے نہ شامی حکام  
کے ہوتے ہوئے کوئی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ سب تم

پر پہنچ اس سے پہلے کے لئے ہائی مانگا پانی پینے کے بعد بھی جب  
آپ دروازہ سے نہ پھٹے تو عورت نے نام و مقام پوچھا آپ  
نے اپنا نام مسلم اور سارا حال بتا کر مکان میں رکھنے کا مطالبہ  
کیا وہ خدا ترس عورت تھی آپ کو اپنے مکان میں اس نے  
چھپا دیا ابن زیاد کے سخت متشددانہ احکام اور دھمکیوں  
کی بناء پر اس عورت کے لڑکے نے مسلم کے احوال سے  
مطلع ہو کر اطلاع دی ابن زیاد نے اسی وقت محمد بن اشعث  
کو گرفتاری کے لئے بھیج دیا انہوں نے آ کر مکان کا محاصرہ  
کر لیا مسلم نے جب پراؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو تنہا  
مردانہ جہان پر کھیل کر مقابلہ کے لئے نکل آئے اور پوری  
جماعت کا بہادرانہ مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے زخموں سے  
چور ہو گئے اس وقت محمد بن اشعث نے جان بخشی کا وعدہ  
کیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے جاتے وقت جب آپ  
سے تلوار چھین لی گئی تو فرمایا یہ بہلا دھوکہ ہے آپ زندگی  
سے مایوس ہو چکے تھے اس لئے محمد اشعث سے کہا میں بچا نا  
تمہارے بس سے باہر ہے البتہ اگر تم بے ہوشے تو میرے  
بعد اٹھا کر نا کہ حسینؑ کو میری حالت کی خبر کر دینا اور پیام  
بھیجنا کہ وہ اہل بیت کو واپس لے جائیں اور کوفہ کے ان  
غدار شیعوں پر اعتماد نہ کریں محمد بن اشعث نے وعدہ کیا کہ  
یہ پیام ضرور پہنچاؤں گا چنانچہ یہ وعدہ پورا بھی کر گیا۔

ابن زیاد کے پاس جب پہنچے تو اس نے محمد بن اشعث  
کو جان بخشی پر بہت ڈانٹا۔ اور مسلم کے ساتھ اس کی نہایت  
تیز و تند گفتگو ہوئی۔ اس وقت مسلم کے قریبی اعزہ میں عمرو  
بن سعد جو اموی حکام میں سے تھا موجود تھا مسلم نے وصیت کی کہ اہل کوفہ  
کے سات سو درہم میرے وصہ قرض ہیں وہ ادا کر دینا میری  
لاش کو دفن کر دینا حسینؑ کو اطلاع دے کر راستہ سے واپس کر دینا  
ان وصیتوں کے بعد ابن زیاد غصہ سے آپ کے قتل کرنے کا حکم  
دیا مسلم نے بھی اس سے دل کھوں کر بہادرانہ گفتگو کی جلا دمسلم  
کو قتل کی طرف لے جلا اس وقت مسلم کی زبان مبارک پر استغفار  
لے ابن اشعث جلد ۵ ص ۲۶۳ تا ۲۶۴ کا خلاصہ اور جلا العیون اور تاریخ التواریخ

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ کوشش ناکام ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ ان کے علاوہ ابوبکر بن عمارت۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور دوسرے ہوا خواہوں نے خدمت میں حاضر ہو کر اس ارادہ سے باز نہ رکھنے کی پوری کوشش کی مگر تقدیر آجی یوں تھی کہ آپ کے خون سے میدان کربلا رنگیں ہوا آپ نے کسی کی رائے و مشورہ کو قبول نہ کیا۔ اور سب کو یہی جواب دیا: "خدا کی مرضی پوری ہو کر رہے گی" غرض ترویج کے دن ذی الحجہ ۱۰؎ کو کاروان اہل بیت مکہ سے روانہ ہوا۔ مکہ سے نکلنے کے بعد جب مقام صفاح پر پہنچے۔ تو عربی کا مشہور شاعر فرزدق کو فہ سے آتا ہوا راستہ میں ملا۔ آپ نے اس سے کوفہ کے حالات پوچھے اس نے بتایا کہ کوفیوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں۔ لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا: اگر خدا کا حکم ہمارے موافق ہو تو اس کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار ہوں گے۔ شکر گزاری میں وہی مددگار ہے اور اگر خدا کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو بھی ہماری نیت حتیٰ اور تقویٰ ہے فرزدق سے گفتگو کے بعد تامل آگے بڑھا۔

### عمر و بن سعید اموی کا امان نامہ

آپ کی روانگی کے بعد آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے عمرو بن سعید اموی حاکم مکہ سے خط لکھوایا۔ کہ آپ لوٹ آئیں میں آپ کو امان دیتا ہوں اور آپ کے ساتھ صلہ رحمی اور بھائی سے پیش آؤں گا۔ آپ کی مدد کروں گا۔ آپ میرے جوار میں نہایت اطمینان و راحت کے ساتھ رہیں گے اس تحریر پر فخر و کیل و شاہد ہے "حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادے عون و محمد اس سے پہلے بھیجے تھے کہ جا کر ان کو کہہ دینا کہ عراق کا ارادہ چھوڑ کر واپس چلے آئیں۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بھی اپنے ساتھ قافلہ میں شامل کیا۔ اور پھر جب عمرو بن سعید کا خطر رہتہ میں ملا آپ نے

ملہ طبری جلد ۲ ص ۲۲۲ کا خلاصہ۔

سنہ ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۲۲

کو بلے یار و مددگار چھوڑ جائیں گے۔ جن لوگوں نے تم کو بلایا ہے وہی تم کو جھٹلائیں گے اور تمہارے خلاف لڑیں گے حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔ اچھا میں استخارہ کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اگر فرمایا کہ آپ مکہ ہی میں قیام کر کے اپنی خلافت کی کوشش کیجئے۔ ہم سب آپ کی مدد کریں گے۔ اور آپ کے خیر خواہ رہیں گے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ "حرم کا ایک مینڈھا ہے جس کی وجہ سے حرم کی حرمت اٹھ جائے گی" میں وہ مینڈھا بنانا نہیں چاہتا۔ دوسرے دن پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا۔ کہ میرا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ اس راہ میں تمہاری جان کا خوف ہے۔ عراقی غدار ہیں۔ ہرگز ان کے پاس نہ جاؤ مگر ہی میں رہو۔ آپ جانیوں کے سردار ہیں۔ اگر عراقی واقعی تمہارے حامی ہیں ان کو لکھو کہ وہ پہلے تمہارے دشمنوں کو اپنے ہاں سے نکال دیں اس وقت تم وہاں کا قصد کرو۔ لیکن اگر تم نے جانے کا ہی فیصلہ کر لیا ہے اور مکہ میں رہنا نہیں چاہتے تو عراق کی بجائے یمن جاؤ۔ وہ ایک الگ تھلک مقام ہے وہاں تمہارے والد کے حامی موجود ہیں ہر طرح کی حفاظت کا سامان ہے وہاں بیٹھ کر اپنی خلافت کی کوشش کرو۔ اس طرح سے آسانی کے ساتھ تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے بچے "خیر خواہ ہیں لیکن اب تو میں بچہ عزم کر چکا ہوں۔ حضرت ابن عباسؑ نے فرمایا۔ کہ اگر نہیں مانتے تو اتنا کرو کہ اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جاؤ مجھ کو ڈر ہے کہ عثمانؓ کی طرح تم بال بچوں کے سامنے ذبح کئے جاؤ گے۔

۱؎ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حرم کے وہ مینڈھے ثابت ہوئے کہ حرم کی مرزبان میں حجاج بن یوسف نے ان کا محاصرہ کر کے ان سے لڑائی کی۔ اور آپ کو ۲۰؎ میں اُس ظالم نے شہید کر دیا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ زمین حرم کو میدان جنگ بنانا نہیں چاہتے تھے۔

اس کے جواب میں عمرو بن سعید کو شکریہ کا خط لکھا مگر واپس نہ ہوئے۔

### ابن زیاد کے انتظامات

جس دن امام حسینؑ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اسی روز کوفہ میں حضرت مسلم کی شہادت ہوئی تھی۔ ان کو اس حادثہ کا جھک کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے اہل بیت کرام کا یہ قافلہ منتر لیں طے کر کے کوفہ کی طرف جارہا تھا۔ ادھر شامی حکومت کو آپ کی اس تیاری کی خبر ہو چکی تھی۔ یزید نے دمشق سے ابن زیاد کو حکم بھیجا کہ حضرت حسینؑ مکہ سے روانہ ہوئے ہوئے ان کو عراق پہنچنے نہ دو۔ اس لئے ابن زیاد نے آپ کی نقل و حرکت کی اطلاع اور آپ کے اور اہل کوفہ کے درمیان نامہ پیمائے کا سلسلہ منقطع کرنے کے لئے تمام راستوں پر سہرہ بٹھا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت حسینؑ نے مقام حاجز میں پہنچ کر قاصد قیس بن مسہر حید راوی اپنی آمد کی اطلاع کے لئے کوفہ روانہ کیا تھا۔ وہ راستہ میں گرفتار ہو کر ابن زیاد کے حکم سے شہید کیا گیا۔ اسی طرح سے آگے بڑھ کر ایک چشمہ پر عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ ابن مطیع نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں۔ آپ خدا اور اپنے جد امجد کے حرم سے باہر کیوں نکلے۔ فرمایا کہ کوفہ والوں نے بلایا ہے کہ معاملہ تمہاری کو زندہ کیا جائے اور بدعتوں کو مٹایا جائے۔ عبداللہ نے کہا میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں۔ آپ ہرگز کوفہ کا قصد نہ کیجئے۔ آپ وہاں یقیناً شہید کر دئے جائیں گے۔ فرمایا جو کچھ خدا نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

مقام زروہ میں پہنچے تو وہاں زبیر بن قیس حج سے فارغ ہو کر کوفہ جارہا تھا۔ آپ نے اس کو بلایا۔ ملاقات ہونے ہی اس کے دل میں آپ کی رفاقت کا جذبہ پیدا ہوا۔ میو کی کو وہیں طلاق دے کر رخصت کیا اور ساتھیوں سے جدا ہو کر حضرت امام حسینؑ کے قافلہ میں شوق شہادت کے لئے شامل ہوا۔

۱۔ طبری ج ۴ ص ۲۸۱ کا خلاصہ۔

۲۔ اخبار الطال ص ۲۵۷ حوالہ سیر النہایہ۔

۳۔ اخبار الطال ص ۲۵۹۔

مقام ثعلبہ میں پہنچ کر آپ کو کوفہ کے ایک مسافر سے مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ یہ خبر سننے کے بعد ارادہ میں کچھ تغیر ہوا۔ ہوا خواہوں نے بھی واپسی کے لئے اصرار کیا لیکن اب مسلم کے بھائیوں نے انکار کیا اور کہا ہم یا مسلم کے خون کا بدلہ لیں گے یا خود لڑ کے جان دے دیں گے ان کے اس اصرار پر آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگ نہو گے تو میری زندگی پھر کس کام کی آپ نے اپنا ایک رضائی بھائی عبداللہ بن بقطر راستہ ہی سے قاصد بنا کر کوفہ بھیجا تھا جس کو راستہ ہی میں حصین بن غیر کے سواروں نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا ابن زیاد کم بخت نے انہیں بھی قصر مارت کی بلندی سے گروایا۔ جسم کی ساری ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور روح جنت الفردوس کو پرواز کر گئی۔ مقام زبار پہنچ کر حضرت حسینؑ کو ان کی شہادت کی خبر مل گئی۔ کچھ دور چل کر محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد کے قاصد جنہیں ان دونوں نے مسلم کی وصیت کے مطابق حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان سے کوفہ کے تفصیلی حالات سننے کے بعد حضرت امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ مسلم بن عقیلؑ بانی بن عروہ، عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ ہمارے حامیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس لئے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے میری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں۔ یہ تقریر سن کر عوام کا ہجوم جو راستہ سے ساتھ ہو گئے تھے چھٹنے لگا۔ اور صرف وہی جان نثار رہ گئے۔ جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے۔

### حربین یزید تمیمی کی آمد

آگے چل کر مقام ذی قثم میں حربین یزید تمیمی ایک ہزار سپاہ کے ساتھ جہے ابن زیاد نے حضرت امام حسینؑ کو گھیر کر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ ملاہ ظہر کے وقت اذان ہو چکی۔ بعد امام حسینؑ نے ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ مجھے تو آپ لوگوں نے بلایا ہے اور ہمارا آنا اگر تم کو ناگوار ہو تو میں واپس لوٹ جاؤں۔ اس کا انہوں نے کچھ بھی جواب



نہ دیا۔ آپ نے اقامت کا جب حکم دیا۔ تو خرا اور اس کے ہمراہیوں نے بھی آپ کے پیچھے اقتدا کی، اس کے بعد عصر کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے قافلہ کی روانگی سے پہلے عصر کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

لوگو! اگر تم لوگ خدا سے ڈرو اور حق پہن لو، تو یہ خداوند تعالیٰ کی رضا مندی کا موجب ہوگا۔ خلافت کے ان دعویداروں کے مقابلہ میں ہمیں کوئی استحقاق و اہلیت نہیں اور جو تم پر زیادتی و ظلم کے ساتھ حکومت کرتے ہیں ہم اہلیت زیادہ لائق اور اس نے خلافت کے مستحق ہیں، اب اگر تم کو ہمارا آنا ناگوار ہو۔ اور تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے اس رائے سے مختلف ہے جو تمہارے خطوط اور تمہارے قاعدوں سے معلوم ہوتی تھی۔ تو میں لوٹ جاؤں۔

اس تقریر پر خرولا۔ قاصد اور خطوط کیسے ہ آپ نے کو فیوں کے تمام خطوط حر کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ اس نے کہا ہم کو اس سے بحث نہیں۔ ہم کو تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں کہیں مل جائیں۔ ہم آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچائیں حضرت حسینؑ نے قافلہ لوٹانا چاہا۔ خرنے روکا۔ دونوں میں کچھ تیز کلامی ہوئی۔ لیکن خرنے آپ کے مرتبہ کا پورا لحاظ رکھا۔ اور عرض کیا۔ کہ اگر میرے ساتھ نہیں چلتے۔ تو ایسا راستہ اختیار کیجئے۔ جو عراق اور حجاز دونوں کے راستہ سے جدا ہو۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ یزید کو لکھئے۔ ممکن ہے عصا لحت کی کوئی صورت نکل آئے۔ حر کے اس مشورہ پر حضرت حسینؑ غزیب اور قادسیہ کے بائیں بجانب مہرٹ چلنے لگے۔ حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔

حضرت امام حسینؑ کا خطبہ

مقام بیضہ میں حضرت امام حسینؑ نے ایک پرچش خطبہ دیا۔

۱۵ طبری جلد ۴ صفحہ ۲۹۰ و ۲۹۸ کا خلاصہ۔ ۱۵ ابن اثیر جلد ۴ ص ۱۱۱ کا خلاصہ۔

”لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم و مجرمات آپہ کو حلال کرنے والے خدا کے عہد کو توڑنے والے خدا و رسول کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولاً و عملاً اس پر بغیر نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس شخص کو اس بات کی جگہ دونوں میں داخل کر دے لوگو خبردار ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمان کی اطاعت چھوڑ دی ہے ملک میں فساد پھیلایا ہے حدود الہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے اس نے مجھ کو بغیر آئے کا زیادہ حق ہے خرنے آپ کو موت کی دھمکی دی اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کے سوا اور کیا جواب دوں۔ سامضی دعا بال موت عار علی المفتی

اذا مانوی خیر اذ جاهد مسلما

ترجمہ میں عنقریب روانہ ہوتا ہوں اور موت جو انہو کے لئے عار نہیں ہے جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی طرح جہاد کرے۔ غزیب الہیات: بیچ کر طراح بن عدی نے جو کوفہ سے آئے تھے قیس بن مسہر قاصد کے قتل کی خبر سنائی اور کوفہ کے جنگی اشتظامات اور کوفیوں کی غداریوں کا حال بیان کر کے اپنے ہاں یمن چلنے کی دعوت دی اور بہت اصرار کیا مگر آپ نے شکر یہ ادا کر کے ان کی دعوت قبول نہ کی اور غزہ پیش کیا نینوا میں حر کو ابن زیاد کا حکم ملا کہ حسینؑ کو ایسے چٹیل میدان میں اتارو جہاں کوئی اوطا اور پانی وغیرہ نہ ہو خرنے حضرت امام حسینؑ کو یہ حکم سنایا ۲۴ محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا بنی میدان کربلا میں اپنا قافلہ اتارا۔

عمر بن سعد کی آمد

ابن زیاد نے ویاہ کے مقابلہ کے لئے عمر بن سعد کو رے کا حاکم بنا کر بھیجا تھا جب امام حسینؑ کے مقابلہ کے لئے کسی جری آدمی کی ضرورت ہوئی تو عوام امین مقام سے ابن زیاد نے اس کو لکھ کر پوری تقریر ابن امیر جلد ۲ ص ۱۴ پر درج ہے اس کا یہ ایک اقتباس ہے

کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

سوم۔ یہ کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی جانب جانے دو میرے پیچھے اپنے اطمینان کے لئے تم بھی چل سکتے ہو۔ میں یزید کے پاس جا کر براہ راست اس سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کروں گا۔ جیسا کہ میرے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے طے کیا تھا۔

اور فرمایا۔ کہ ”مجھے چھوڑ دو۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ کہیں چلا جاؤں گا۔ جب تک لوگ کوئی فیصلہ نہ کر لیں گے عمرو بن سعد اس جواب سے مطمئن اور خوش ہوا۔ کہ تیرے

میں اب لڑائی کرنے سے بچ جاؤں گا۔ اور اس نے ابن زیاد

کو لکھ بھیجا۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہ تین شرائط

پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام کی طرف سے اس پیغام کو سن کر

ابن زیاد شاید کچھ آمادہ ہو جاتا۔ مگر اتنے میں شمر ذی الجوشن

نے آکر رائے دی کہ اب موقع ہے ان کو گھیر کر قتل کرنا چاہیے

یزید کے ہاں اس میں تیری بڑی نیکٹانی ہو جائے گی۔ اور

اگر وہ یزید کے پاس پہنچ کر خود ملاقات کر گیا۔ تو پھر تیری میری

اس کے سامنے کیا قدر رہ سکتی ہے ابن زیاد کی سخت نے بھی

اس رائے کو پسند کیا۔ اور عمرو بن سعد کو لکھا کہ۔ یہ تینوں

شرطیں کسی طرح منظور نہیں ہو سکتیں۔ ہاں صرف ایک صورت

قابل پذیرائی ہے وہ یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو

ہمارے سپرد کر دیں۔ اور یزید کی بیعت نیا بٹہ اول میرے

ہاتھ پر کریں۔ پھر میں ان کو یزید کے پاس اپنے اہتمام سے

روانہ کروں گا۔ اور ان کو منظور نہیں تو پھر ان سے لڑائی کرو۔

ابن زیاد کو خیال ہوا کہ شاید عمرو بن سعد لڑائی

میں کچھ پس و پیش کرتا ہے۔ اس لئے خط کے بعد شمر بدلتیت

کو بھیجا کہ جا کر عمرو کو میدان قتال گرم کرنے کے لئے آمادہ کرو

اگر وہ کچھ سستی کرتا ہے تو اس کو گرفتار کر کے خود فوج کا انتظام اپنے

واپس بلایا اور اس خدمت کے لئے حکم کیا اس نے اس خدمت کی ادائیگی میں پس و پیش کیا تو ابن زیاد نے کہا کہ اگر اس میں کچھ عذر ہے تو پھر رے کی حکومت نہ ملے گی اس دھکی پر ابن سعد نے غور کرنے کے لئے مہلت مانگی سب ہوا خواہوں نے انکار کرنے کا مشورہ دیا خود بھی دل سے آمادہ نہ ہوتا تھا۔

نفس سرکش نے حکومت کے پالچ میں لاکر اس فعل قبیح کیلئے آخر اس کو آمادہ کر ہی لیا۔ اور ابن زیاد کے کہنے پر اس نے لشکر کو فہ کی سرداری قبول کی اور تیسری محرم ۶۰ھ کو چار ہزار فوج کے ساتھ کر بلا پہنچا۔ حکومت کی طبع میں سرداری قبول کرنے کے باوجود اس کا ضمیر اسے خود برابر ملامت کرتا رہا۔

اس نے کر بلا میں اگر مغاہمت کی کوشش شروع کی۔ عذرہ

بن قیس احمسی اور دوسرے لوگوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ

کے ساتھ گفتگو کرنے اور آمد کی غرض معلوم کرنے کے لئے بھیج

چاہا۔ مگر سب لشکر ہی تھے جنہوں نے خطوط لکھ لکھ کر اور

قاصد بھیج کر امام کو بلایا تھا۔ اس لئے اب امام کے سامنے

جاتے ہوئے شرماتے تھے اس لئے کوئی بھی پیغام رسانی کیلئے

آمادہ نہ ہوتا تھا۔ آخر کار ایک شخص کے ذریعہ پوچھا تو آپ

نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں تو یہاں کوفیوں کی دعوت پر آیا تھا

اب اگر تم لوگوں کو میرا آنا پسند نہیں۔ تو میں تین باتیں پیش کرتا

ہوں تم ان تینوں میں سے جو چاہو میرے لئے منظور کر لو۔

اول۔ یہ کہ جس طرف سے میں آیا ہوں اسی طرف مجھ کو

واپس جانے دو۔ تاکہ میں مکہ معظمہ پہنچ کر عبادت الہی میں مصروف

رہوں۔

دوم۔ یہ کہ مجھے کسی سرحد کی طرف نکلنے دو۔ کہ وہاں کفار

لے ہری جلد ۵ صفحہ ۳۳۷ و ۳۳۸ کا خلاصہ اور ناسخ التواریخ

۳۳۷ اس لشکر میں کوفہ کے وہ شیعہ سب شامل ہوئے تھے۔

جنہوں نے دعوتی خطوط اور قاصد بھیجے تھے۔ اور

آپ کو بلایا تھا۔

کے خیوں کا حفاظت کے انتظامات کر کے نماز و مناجات میں مشغول ہوئے ہتھیاروں کی صفائی کرائی صبح کو آپ نے ہتھیار جان نثاروں کی مختصر فوج آراستہ کی میمنہ پر زہیر بن قیتن کو میسرہ پر حبیب بن مطہر کو متعین فرمایا اور عباس کو علم مرحمت ہوا آغاز جنگ سے قبل آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

خدایا! تو ہر محبت میں میرا بھروسہ اور ہر تکلیف میں میرا سہارا ہے مجھ پر جو وقت آئے ان میں تو ہی میرا پشت پناہ تھا غم و اندوہ دل کمزور پڑ جاتا ہے کامیابی کی تدبیریں کم ہو جاتی ہیں اور رہائی کی صورتیں گھٹ جاتی ہیں دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور دشمن شامت کرتے ہیں۔ میں نے ایسے نازک وقتوں میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا۔ تجھی سے اس کی شکایت کی۔ تو نے مصائب کے بادل چھانٹ دیئے۔ اور ان کے مقابلہ میں میرا سہارا بنا۔ تو ہی ہر نعمت کا ولی۔ ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو کا مانتا ہے جب اہل بیت کی عفت مآب خواتین نے یہ تیاریاں دیکھیں۔ تو فرط محبت سے بے اختیار ہو کر رونے لگیں۔ آپ نے اُن سب کو تسلی دی اور صبر و استقامت کی تلقین فرمائی، زینب خدا سے ڈرو۔ اور خدا سے تسکین حاصل کرو۔ ایک نہ ایک دن سارے رونے زمین کے باشندے مرجائیں گے۔ آسمان والوں میں بھی کوئی نہیں رہے گا۔ زمین و آسمان کی تمام چیزیں غافی ہیں۔ صرف ایک خدا کی ذات باقی رہے گی۔ میری ماں، میرے باپ، میرے بھائی سب تجھ سے بہتر تھے۔ اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ ہے تم اسی نمونہ سے صبر و تسلی حاصل کیا کرو۔ میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ اگر میں مرجاؤں تو اسوۂ رسول کے خلاف نہ کرنا۔ میری موت پر گر کر بیان نہ بچاؤ نا۔ منہ نہ نوچنا۔ اور نوحہ نہ کرنا۔

بارگاہ خداوندی میں دعا کے بعد تمام محبت کے لئے آخری بار آپ نے دشمنوں کو مخاطب کر کے تقریر فرمائی۔ اس میں آپ نے اپنی شخصیت بتائی۔ اور اپنے آنے کے اسباب لے ابن اثیر جلد ۴ صفحہ

ہاتھ میں لے لو۔ اور عمرو بن سعد کو لکھا۔ کہ بقیہ تم کو حسین رضی اللہ عنہ کی خبر خواہی اور اس کے بچانے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ میرا حکم پہنچے ہی ان سے بیعت لے کر ان کو میرے پاس بھیج دو اور اگر تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ تو فوج ذی الجوشن کے حوالہ کر دو اور حکم بھیج دیا۔ کہ فرات پر پہرہ بٹھا کر ان پر پانی بند کر دو۔ عمرو بن سعد نے مہر محرم سے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں کو لے کر فرات پر گئے اور بہ زور پانی لے آئے ابن سعد پر ابن زیاد کا یہ حکم بہت گراں گذرا۔ لیکن کی حکومت نہیں چھوڑی جاکھ تھی۔ اس لئے بادل ناخواستہ تعمیل کے لئے تیار ہو گیا۔ اور محرم کی نوں تاریخ کو خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر ان سے آخری گفتگو کی۔ لیکن مصالحت کی صورت نہ ہو سکی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی کے ہاتھ بیعت کر نہیں سکتے تھے۔ اور ابن زیاد کو بخت کے حکم کے مطابق بیعت لئے بغیر چھوڑے نہیں جاسکتے تھے۔ اس لئے آخری گفتگو بھی ناکام رہی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے سامنے تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ لوگو وقت موعود آپہنچا اس لئے میں تم کو بخوشی واپس چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں میرے اہل بیت کو ساتھ لے کر لوٹ جاؤ،

عوام تو پہلے سے جدا ہو چکے تھے صرف اعزہ و اقارب اور خصوصی جان نثار رہ گئے تھے سب نے جان نثار کی کا اظہار کر کے واپس جانے سے انکار کر دیا اور نہایت حوصلہ مندانہ و فداکارانہ تقریریں کی اور اپنی صداقت و اخلاص کا پورا یقین دلایا۔

جمعات کا دن گزرنے کے بعد عاشورا کی بھیانک اور تاریک رات نمودار ہوئی جس کی صبح کو میدان کربلا میں قیامت پہا ہونے والی تھی۔ رات کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت ھم یہ تمام تقریریں اور امام کا ظلیہ تاریخ ابن اثیر جلد ۴ اور طبری جلد ۱ میں بالتفصیل موجود ہے۔



تاکہ خدا تم کو ان سے لڑنے سے بچائے۔ ابن سعد بولامیں دل سے چاہتا ہوں۔ لیکن افسوس اس کی کوئی سبیل نہیں نکلتی حُر نے پھر کہا۔ اے اہل کوفہ! پہلے تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا جب وہ آگئے۔ تو تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور یہ خیال کرتے رہے کہ ان کی حمایت میں لڑو گے۔ پھر ان کے مخالف ہو گئے۔ اور اب ان کے قتل کے درپے ہو۔ انہیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ اور خدا کی وسیع زمین میں کسی طرف ان کو جانے نہیں دیتے۔ کہ وہ اور ان کے اہل بیت کسی پُر امن مقام پر چلے جائیں۔ اس وقت ان کی حالت بالکل قیدی کی ہوئی ہے کہ وہ اپنی ذات کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان سے بچا سکتا ہے۔ تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس پانی کو یہودی نصرانی مجوسی سب پیتے ہیں اور دیہات کے سُور اور کُتے تک اس میں لوثتے ہیں۔ اس کے لئے حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال تشنہ لب تر پڑتے ہیں تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی اولاد کا کیا خوب لحاظ کیا؟ اور اگر تم تو بہر کے اپنی روش نہیں چھوڑو گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن پیاسا تر پائے گا۔

### جنگ و شہادت

حُر کی اس تقریر کا ان کوئی شیعوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ابن سعد علم لے کر آگے بڑھا۔ اور پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کر دیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ پہلے ایک ایک آدمی میدان میں آیا۔ اس انفرادی لڑائی میں دشمنان حسین رضی اللہ عنہ کے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ عمر و بن حجاج نے رائے دی۔ کہ اس طرح ہمارا نقصان زیادہ ہو رہا ہے۔ ان کی تعداد ہمارے مقابلہ میں کم ہے۔ یکدم حملہ کرنے میں ہم زیادہ کامیاب ہونگے۔ ابن سعد نے اس کی یہ رائے پسند کی اور عام جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں کی قوت میں کوئی تناسب ہی نہ تھا ایک طرف چار ہزار مسلح

پہن کر کے واپسی کی اجازت چاہی اس کے بعد آپ نے نام لے لیکر سوالات شروع کئے اے شیدائے ابن ربیع۔ اے حجار بن ابجر۔ اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث، کیا تم نے مجھ کو نہیں لکھا تھا۔ ”پہل پک چکے ہیں۔ کجھوڑیں سرسبز ہیں۔“ دریا جوش میں ہیں۔ فوجیں تیار ہیں تم فوراً آؤ۔“ لوگوں نے جواب دیا۔ ہم نے نہیں لکھا۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ خدا کی قسم تم نے لکھا تھا۔ انہوں نے پھر کہا کہ اپنے ابن عم یزید کی بیعت کر لو۔ وہ تنہا ہی ہر خواہش پوری کریں گے۔ اور تمہارے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہ ہوگا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”خدا کی قسم میں ذلیل کی طرح بیعت کر کے غلام کی طرح اس کی خلافت تسلیم نہیں کروں گا۔ آپ کے بعد آپ کے جان نثاروں نے تقریریں کیں۔ لیکن عراقی فوج یعنی شیعوں کا۔ اگر وہ کسی طرح متاثر نہ ہوا۔ البتہ حُر بن یزید کبھی عراقیوں کا ساتھ چھوڑ کر آپ کے ساتھ آئے۔ اور اپنے گذشتہ اعمال سے توبہ کر کے حضرت امام فاطمیؑ کی طرف سے لڑنے لگے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا۔ تمہاری توبہ قبول ہوگی۔ تم کو بشارت ہو کہ تم دنیا اور آخرت دونوں میں ”حر“ یعنی آزاد ہو۔

### حُر کی تفسیر

حسینی فوج میں شامل ہونے کے بعد حُر نے کوفیوں سے کہا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے جو تین صورتیں تمہارے سامنے پیش کی ہیں۔ ان میں سے کوئی صورت کیوں نہیں قبول کیلتے

لے طبری جلد ۷ صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰ کا خلاصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ میں یزید کے پاس پہنچ جاؤں اور اس کے ساتھ آزادانہ گفتگو کر کے معاملہ حل کروں۔ آپ آزادانہ بیعت چاہتے تھے۔ گویا دوٹو کے جبر یہ حاصل کرنے کا جو طریقہ ہے اس کے خلاف حضرت امام احتجاج کرنا چاہتے تھے یعنی تلوار دکھا کر بیعت نہ کرو کیونکہ ذلت آمیز اور غلامانہ بیعت ہوگی۔ تلوار دکھا کر بیعت نہ کرو کیونکہ ذلت آمیز اور غلامانہ بیعت ہوگی۔ تلوار دکھا کر بیعت نہ کرو کیونکہ ذلت آمیز اور غلامانہ بیعت ہوگی۔

۱۳۷۳ھ دعوتی خطوط بھیجے والوں میں ”اس حضرت“ کا نام بھی ہے یہی کوڑے کے پھینکانے والے ہیں تھے جواب قاتلان حسینؑ کی صف میں ہے۔

سیاہ کی بقاعت تھی۔ دوسری کل ۲۴ آدمی۔ تاہم یہ مردان خدا بری  
مردی اور شجاعت سے لڑتے رہے کہ شامیوں کے دانت  
کھٹے کئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بہت سے رفیقار  
میدان میں شہید ہوئے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے دوست  
بھائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تحت ہلکے ابو بکر بن علی  
اور عثمان بن علی رضی اللہ عنہم اور حضرت حسن کے صاحبزادے  
عمر قیدان میں شہید ہوئے اور اسی طرح اہل بیت نبوی کے  
دوسرے بہادر شیر دل جوان ایک ایک کر کے جام شہادت  
نوش کرتے گئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے  
علی اکبر عبد اللہ بن مسلم جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پوتے عدی۔  
عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزند عبد الرحمن، ان کے بھائی،  
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے قاسم، ابو بکر  
وغیرہ میدان میں آئے اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت  
امام حسین رضی اللہ عنہ میدان میں نکلے۔ عراقیوں نے ہر طرف  
سے یورش کر دی۔ آپ کے بھائی عباس، عبد اللہ، جعفر،  
اور عثمان سامنے سینہ سپر ہو گئے اور چاروں نے شہادت  
حاصل کی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بالکل خستہ و نڈیا  
ہو چکے تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا امام ہمام لڑتے جاتے اور فرما  
جاتے تھے۔ آج تم لوگ میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو۔  
خدا کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو گے جس کا قتل میرے قتل  
زیادہ خدا کی ناراضی کا موجب ہو گا۔ خدائے مہربان کو ذلیل کر کے  
مجھے اعزاز بخشے گا۔ اور تم سے اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں  
خبر تک نہ ہوگی۔ خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا۔ تو خدا تم  
پر سخت عذاب نازل فرمائے گا۔ اور جب تک تم پر دونا عذاب  
نہ کرے گا اس وقت تک راضی نہ ہو گا۔ فرات کی طرف  
پانی کے لئے بڑھے۔ پانی لے کر پینا چاہتے تھے کہ حمین بن  
(کوئی شیعہ کیوں کے سردار) نے تیر چلایا۔ چہرہ زخمی ہو گیا۔  
آپ فرات سے لوٹ آئے، عراقیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔  
زمر بن شریک یثربی نے ہاتھ اور گردن پر تلوار کے دانے

سنان بن انس نے تیر چلایا۔ اور آپ زخموں سے چور ہو کر  
گر پڑے۔ آپ کے گرنے کے بعد سنان بن انس خبیث و  
بد طبیعت نے اس سر مبارک کو چوبوہ سگاہ سرور کا ثنات تھا  
جسم اطہر سے جدا کر دیا۔ اور محرم روز جمعہ المبارک کو یہ حادثہ  
عظمی اور قیامت سے پہلے ایک قیامت کر بلا کی سر زمین  
پر برپا ہو چکی۔ اور خاندانہ نبوی کا آفتاب ہدایت ہمیشہ  
کے لئے روپوش ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔  
امام ہمام کو شہید کرنے کے بعد بھی ان سنگدلوں کا  
جذبہ عناد فرو نہ ہوا تھا یہ وہ نشیمنوں کے خیوں کی طرف بڑھے  
اور کل سامان لوٹ لیا خبیث النفس شمر ہمار زین العابدین کے  
طرف آیا سپاہی بولے اس کو کیوں جھوڑتے ہو حمید بن مسلم ایک  
شخص نے کہا کہ یہ بیمار ہے اس کو کیوں قتل کرتے ہو اتنے میں  
عمر بن سعد آیا اور کہا خبردار اہل بیت کے خیوں میں کوئی نہ جا  
اور نہ اس بیمار کو ہاتھ لگاؤ جو کچھ لوٹا وہ واپس کر دو  
شہید یعنی ہاشم کی تعداد

میدان کربلا میں ۲۴ آدمی تھے جن میں بیس بنی ہاشم کے خاندان  
سے تھے۔ حسین بن علی۔ عباس بن علی جعفر بن علی۔ عبد اللہ بن  
علی عثمان بن علی۔ محمد بن علی۔ ابو بکر بن علی۔ علی بن حسین دعلی اکبر  
عبد اللہ بن حسین۔ ابو بکر بن حسن۔ عبد اللہ بن حسن۔ قاسم بن حسن  
عون بن عبد اللہ بن جعفر طیار۔ محمد بن عبد اللہ بن جعفر جعفر بن  
عقیل بن ابی طالب۔ عبد الرحمن بن عقیل۔ عبد اللہ بن عقیل۔  
مسلم بن عقیل۔ عبد اللہ بن مسلم۔ محمد بن ابوسنید بن عقیل

شہادت کے بعد اہل بیت نبوی میں زین العابدین، حسن  
بن حسن، عمر بن حسن اور کچھ شیعہ خوار بچے رہ گئے تھے شہادت کے  
دوسرے دن غاصرہ والوں نے شہد اکا لاشیں دفن کیں حضرت  
امام حسینؑ کا جسد مبارک بغیر سر کے دفن کیا گیا سر مبارک  
ابن زیاد کے پاس کو قہر بھیج دیا گیا ابن زیاد کے سامنے جب  
سر مبارک پیش ہوا تو چھڑی سے لب اور دندان مبارک کو چھوڑ  
لگا حضرت زید بن ارقم بھی موجود تھے ان سے یہ نظارہ نہ دیکھا  
لے طبری جلد ۱۱ ص ۳۹۲ کا خلاصہ ۲۷ یہ طبری کی روایت ہے بخاری

کے۔ تو یزید نے کہا اُم محض نے جو بچہ بنا ہے وہ سب سے زیادہ شریروں میں ہے۔ پھر حضرت حسینؑ کے سر پر نگاہ ڈالی اور ایک شرپسند کر کہا۔ خدا کی قسم حسینؑ اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تم کو ہرگز قتل نہ کرتا یہی بن حکم نے اہل بیت پر کچھ طعن کیا تو یزید نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور ڈانٹ کر خاموش کیا (طبری ص ۲۱۷)۔

اہل بیت کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ

حضرت امام زین العابدینؑ سے بھی گفتگو ہوئی کچھ اہل بیت کو جب اہل بیت میں دیکھا تو کہا خدا ابن مرجم کا بڑا کرے اگر اس کے اور تمہارے درمیان قربت ہوتی تو تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور نہ اس طرح سے تم کو بھیجتا فالحمینت علی کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ یزید کے سامنے پیش کئے گئے تو ہماری حالت دیکھ کر اس پر رقت طاری ہو گئی اور بڑی نرمی کا برتاؤ کیا (طبری ص ۲۱۷)۔

یزید کے گھر میں حسینؑ کا قتل

اسی مجلس میں یزید نے اہل بیت کے فضائل کا بھی احوال کیا اہل بیت سے گفتگو کے بعد ان سب کو خاص حرم میں لے گیا اہل بیت نے حکم دیا یزید کی عورتیں حضرت حسینؑ کی عورتیں بھی ستم رسیدہ قافلہ کے نفاخانہ میں داخل ہوتے ہی یزید کے گھر میں کھرام چ گیا اور تین دن تک یزید کے گھر میں ماتم بپا رہا اس دوران میں یزید برابر زین العابدینؑ کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بلا کر کھانا کھلاتا تھا (طبری ص ۲۱۷)۔

نقصان مال کی تلافی

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کوئی فوج کے وحشیوں نے اہل بیت کا کل سامان لوٹ لیا تھا۔ ابن سہم کے حکم کے باوجود کسی نے واپس نہ کیا۔ یزید نے پوچھ پوچھ کر جتنا مال لٹا تھا۔ اس کا دو چاند دوا دیا۔ سیکند بنت حسینؑ اس سے بہت متاثر تھیں۔ (طبری)

اہل بیت کی واپسی مدینہ

چند دن ٹھہرانے کے بعد جب اہل بیت کرام کو کسی

کیا فرمایا چھڑی بٹالو خدائے واحد کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

بے اعتبار روئے ابن زیاد بولا خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ رلائے اگر تو بڑھانے ہوتا اور تیرے حواس جاتے نہ رہتے ہوتے تو میں تیری گردن اڑا دیتا ابن زیاد کے یہ گستاخانہ کلمات سن کر آپ وہاں سے لکل آئے اور فرمایا اے قوم عرب آج سے تم نے غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا تم نے ابن مرجم کے کہنے سے حسینؑ بن فاطمہ کو قتل کر دیا ابن مرجم نے تمہارے بچے آدمیوں کو قتل کیا اور بڑوں کو غلام بنایا اور تم نے یہ ذلت گوارا کر لی، ذلیلوں سے دور رہنا بہتر ہے۔

حضرت حسینؑ کی شہادت پر یزید کی پشیمانی کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

سب سے اول جب زحر بن قیس نے یزید کے دربار میں شہادت کی خبر پہنچائی تو یزید یہ سن کر آبدیدہ ہو گیا اور بولا، اگر تم لوگ حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ ابن سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو خدا کی قسم حسینؑ کو معاف کر دیتا۔ خدا حسینؑ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ زحر انعام کا امیدوار تھا۔ مگر یزید نے اُسے کچھ نہ دیا۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۷۳) شیعہ مؤرخ بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل بیت کا خاص معتقد ابوحنیفہ دینوری بھی اخبار الطوال صفحہ ۷۲ پر یہ واقعہ ذکر کرتا ہے (حوالہ میر صحابہ)

یزید کا شائبہ اہل بیت کو انتباہ

ابن زیاد نے اہل بیت کے حالات اور شہداء کے سروں کا معائنہ کرنے کے بعد انہیں شام روانہ کر دیا۔ اہلیت کے ساتھ جو اہانت آمیز برتاؤ ہوا۔ وہ ابن زیاد کی ذاتی خباثت نفس کا نتیجہ تھا۔ یزید کے پاس جب یہ قافلہ پہنچا۔ اور سر مبارک کے متعلق محضر بن ثعلبہ نے کچھ گستاخانہ کلمات



## چند ضروری نکات پر تنبیہ

واقعہ شہادت کے صحیح طور پر پیش کرنے کے بعد چند اہم اور ضروری نکاتوں پر تنبیہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے

## نکتہ اولیٰ

عام طور سے کربلا کے اس واقعہ غوغا میں کو بھی بنو ہاشم و بنو امیہ کی پرانی رقابت کا ایک نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن تاریخی بصیرت رکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ یہ اور اس جیسے دوسرے درانداز حوادث کو خاندانی تعصبات کے نتائج میں داخل کرنا صحیح نہیں۔ اگرچہ نیز اسلام کی ضوافتی سے قبل عرب کے تیرہ و تار زمانہ شرک و جہل میں قریش کے اور دوسرے خاندانوں کی نسبت یہ دو خاندان خاص کر ایک دوسرے کے رقیب تھے۔ اور سرداری و سرفرازی کے میدان مسابقت میں ہر ایک دوسرے سے بازی لہجئے کی کوشش کرتا۔ لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اور آپ نے تمام قوم کو اللہ واحد کی طرف پکارا۔ تو آپ کی اس دعوت الی الحق پر بلیک کہنے والے جس طرح بنی ہاشم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھے اسی طرح بنی امیہ میں سے بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید تھے۔ اسلام کے حصار میں داخل ہونے کے بعد ہاشمی اور اموی بلا تفریق خاندانی حضور کی جان نثاری میں برابر شریک تھے۔ اور منکرین و مشرکین کی صف میں آپ کی ایذا رسانی اور مخالفت کے لئے بنو امیہ کے افراد کے ساتھ ساتھ بنی ہاشم کا ابو لہب بھی پورے طور پر سامعی تھا۔ الغرض کہ معظمہ کی بستی میں یہی تقسیم تھی، المکمل ملہ واحد، اور انما المؤمنون اخوة۔ آپ کی مخالفت کے لئے جو محاذ تیار ہو گیا تھا اس میں اس خاندانی رقابت کا اثر نہیں تھا۔ بلکہ صرف کفر و جحود ہی وہ مؤثر حقیقی تھا۔ جو سب کو بلا امتیاز خاندان مخالفت و ایذا رسانی پر ابھارتا۔ مسلمانوں کی جماعت میں سب بھائی بھائی بن گئے تھے۔ امویوں کے ہاتھوں

قدر سکون ہوا۔ تو یزید نے انہیں بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت کیا۔ امام زین العابدین کو بلا کر ان سے کہا۔ ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو۔ اگر میں ہوتا تو خواہ میری اولاد ہی کیوں گام نہ آجاتی میں حسینؑ کی جان بچا لیتا۔ لیکن اب قضائے الہی پوری ہو چکی۔ آئندہ تم کو جس قسم کی بھی ضرورت پیش آئے۔ مجھے لکھنا (طبری جلد ۳ ص ۳۹)

ان سب سے مل کر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اہل بیت کی ضروریات کا کُل سامان جہیا کیا جائے۔ اور چند دیانتدار اور نیک شایموں کے ساتھ رخصت کیا جائے اور حفاظت کے لئے مدینہ تک سواروں کا دستہ ساتھ جائے۔ اس حکم پر تمام سامان جہیا کیا گیا۔ اور یزید نے انہیں رخصت کیا۔ محافظین نے پوری حفاظت کی۔ نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پردہ کا خیال رکھتے ہوئے انہیں مدینہ پہنچایا۔ چنانچہ فاطمہؑ و زینبؑ نے بطور شکریہ ان کے پاس اپنے زیور بھیجے۔ لیکن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے واپس کر کے کہا۔ کہ ہم یہ سب کچھ حفاظتہ لہذا اور رسول اللہ کی قربت کے خیال سے کیا ہے۔ (ابن اثیر جلد ۴ ص ۷۷)

## ابن زیاد کا خسران و روسپاہی

خبیث النفس ابن زیاد اور بد باطن شمر نے اس بدترین جرم کا ارتکاب اس غرض سے کیا تھا۔ کہ یزید کے ہاں ہماری قدر بڑھے گی۔ اور انعام و اکرام سے مالا مال ہوں گے۔ مگر دونوں کم بخت خائب و خاسر رہے۔ بلکہ ابن زیاد سے فوج کا حصہ گھٹا دیا گیا۔ اور بجائے ترقی کے تنزل ہوا۔ اور ہمیشہ اپنی خباثت پر بعد میں دونوں ندامت کرتے رہے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

سلا خلاصۃ المعاصی ص ۲۷ و جلا العیون ص ۵۲ و طراز مذہب منصور ص ۱۲ احتجاج طبری وغیرہ کتب شیعہ۔ سلا خلاصۃ المعاصی ص ۲۷ و جلا العیون ص ۵۲۔ سلا طبری جلد ۳ ص ۳۸ و جلا العیون ص ۵۲ خلاصۃ المعاصی ص ۳۱

تائید کی ہے۔

یعنی اب وہ پرانے رشتے اور قرابتیں ٹوٹ چکی تھیں۔ اور کلمہ توحید پڑھنے کے بعد اُن نبی اور خاندانی رشتہوں کے بجائے مذہبی اخوت و محبت کے رشتے استوار ہو چکے تھے۔

اور ان نئے رشتوں میں بنی ہاشم بنی تیم بنی عدی بنی مہدی بنی فہر بنی خزوم وغیرہ سب برابر کے منسلک ہو گئے، ہاشمی اموی، عدوی، فہروی وغیرہ صرف باہمی تعارف ہی کے لئے ایک نشان قرار دی گئی، ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب و منزلت اور کرامت و شرافت کا معیار تقویٰ اور اعمال حسنہ ہی ٹھہرا گیا۔ انا جعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان لکم مکرہ عند اللہ اتقوا کرمہ معظّمہ سے تمام دنیا کو نسب کا بت تو بکریہ نئی آواز سنائی گئی ہے

بنوہ عشق شدی ترگ نسب کن جامی

کاندریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

حضور علی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ کلمہ من آدم وادم من ثواب تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور لافضل لعربی علیہ عجی دین و تقویٰ کے بغیر کسی عربی کو عجبی پر فضیلت حاصل نہیں۔

آپ خود دیکھ لیجئے۔ اسلام اور خود ہادی اسلام کی مخالفت میں آپ کا چچا ابولہب سب سے آگے آیا۔ اور شمع اسلام پر پروانہ وارنثار ہونے کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنی ہاشم میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنی عدی میں سے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بنی سعید رضی اللہ عنہ بنی امیہ میں سے اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بنی اسد میں سے پیش پیش اولین اسلام لانے والوں میں قریش کے ان سب خاندانوں کے حمیدہ

چیدہ افراد شامل ہیں۔ اور خود بنی ہاشم میں سے بہت سے لوگ حضور پر ایمان لانے کے لئے آمادہ نہ تھے جہگ بدو قیدیوں میں آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نفل

امیہوں ہی نے تکلیفیں برداشت کیں۔ اور ہاشمیوں نے ہاشمیوں کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ ان کی سابقہ عداوتوں کے بدلے اور بھائی بھائی ہونے کا ذکر نعت کہہ کریں فرماتے ہیں۔

واذکرو انعمۃ اللہ علیکم  
اذکنتم عداۃ فالت بدلت  
قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ  
اخواناہ وکنتم علی شفا  
حفرۃ من النار فالتقد کہ  
منہا

تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ پس اللہ نے تمہیں اس (حالت) سے نکال لیا۔

اللہ تعالیٰ کی اس شاندار نعت (اسلام) نے پرانی رقبہوں عداوتوں کو دور کر کے سب کو بھائی بھائی بنا یا اور ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دئے۔ اور زلفاق و شقاق کے حفرہ نار سے اُن کو نجات دی۔ ان سب آیتوں کو دیکھتے ہوئے یقیناً یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اس کامیاب ترین ہادی کا مشن کامیاب رہا۔ اب جو یہ کہتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں بھی ایمان لانے کے بعد وہ پرانی رقابت و عداوت باقی تھی وہ قرآن مجید کو جھٹلارہا ہے۔ اور ان آیات قرآنی کی تکذیب پر آمادہ ہوتا ہے۔ نہیں؟ وہاں تو اسلام لانے کے بعد نقشہ یہ تھا۔

لا تجد قومًا یؤمنون  
باللہ والیوم الآخر یؤادون  
من حاد اللہ ورسولہ  
ولو کانوا اباہم وایناہم و  
اخواہم و عشیروہم  
اولئک کتب فی قلوبہم  
الایمان وایدہم بوج  
منہ

دلوں میں اُس نے ایمان لکھ دیا ہے اور فیضانِ نبوی سے اُن کی

من دخل دس ابی سفیان فهو آمن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو بنو امیہ میں سے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ اور دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ اور ان کے لئے بیعت رضوان ہوئی۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابو سفیان کی بیٹی اور حضرت امیر محابہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحران کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ عثمان بن ابی العاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف اور اس کے متعلقات کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ اور پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو عمان و بحرین کا عامل مقرر فرمایا ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے چچا ابو العباس کے پوتے عتاب بن اسید فتح مکہ کے دن بطیب خاطر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے واپس جاتے وقت ان کو مکہ کا امیر بنایا۔ اور ان الفاظ سے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اے مکہ والوں کے لئے تم سے زیادہ کوئی موزوں شخص نظر آتا تو اُسے بھیجتا۔ پھر شہر میں حج کی آمد آپ کے سپرد کی گئی۔ تاریخ اسلام میں آپ سے پہلے امیر الحج ہیں۔ حضور کے زمانہ میں بھی آپ امیر مکہ رہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں بدستور اس عہدہ پر برقرار رکھا۔ ابو سفیانؓ کے چچا عاصؓ کے پوتے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ عثمان بن سعید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام کلثومؓ کے چچا عاصؓ کے پوتے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کا عامل مقرر کیا تھا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں اپنے خاندان کے

۱۔ الخبایہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۸۔ ۲۔ استیعاب جلد ۵ ص ۱۵۵

۳۔ استیعاب جلد ۳ ص ۲۵۵۔ ۴۔ استیعاب جلد ۵ ص ۲۴۰

بن حارث بن عبد المطلب اور عقیل بن ابی طالب بنی ہاشم میں سے شامل تھے۔ مخالفین کی صف میں عبد الرحمن بن ابی بکر و اخیل اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ماموں مقتولین بدر میں شامل۔ اور جس طرح بنی امیہ میں سے ابو سفیان بن حرب تمام لڑائیوں میں سرداری کرتا ہوا مخالفت کے لئے ہمہ تن سعی اور فتح مکہ کے بعد اسلام لاتا ہے۔ اسی طرح آپ کا چچا زاد بھائی سفیان بن حارث بن عبد المطلب بھی ابتداء میں اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکوں میں قبضہ محکم کے ہوئے سب میں ابو سفیان بن حارث پیش پیش تھے۔ ان کی ساری قوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صرف ہوتی تھیں۔ شاعر تھے اس لئے آنحضرت کی ہجو کہہ کے کوچہ و بازار میں سناتے پھرتے تھے۔ فتح مکہ سے قبل جب اسلام لانے کے لئے حضور کی خدمت میں پیش ہوئے۔ تو ان سابقہ مخالفتوں اور بے انتہا اسلام دشمنی اور حضورؐ کی تحقیر و تذلیل کی وجہ سے حضور جیسا رؤف و رحیم بہ آسانی معاف کرنے کے لئے آمادہ ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب سفارش کی تو فرمایا۔ مجھے ایسے ابن عم کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے میری آبرو ریزی کا کوئی ثبوت نہ دیا تھا۔ آخر بڑی دیر کے بعد اجازت ملی اور اسلام لانے کے لئے سامنے پیش ہوا۔ اسلام لانے کے بعد یہی ابو سفیان پھر غزوہ تبوک میں سب سے پیش پیش تھے۔

الغرض مسلمان ہونے کے بعد بنی ہاشم اور بنی امیہ کے افراد سے عداوت و منافست کا سابقہ جذبہ بالکل فنا ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ کے قابل و مستعد افراد کی ہمیشہ کی گئی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ابو سفیان بن حرب کے گھر کو امان کے حلقہ میں کعبہ کا ہمسرہ ٹھہرا کر انہیں خوش کیا۔ اور اعلان فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کے قصاص کے بارے میں جلدی کرنے یا مناسب موقع تک انتظار کرتے کے بارے میں اجتہادی غلط فہمی کی بنا پر پیش آیا چنانچہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان صحیح الہامی کے واسطے سے یہی ہے کہ ہم سب ایک ہیں واما اختلافنا فی دم عثمان صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بارے میں اختلاف ہوا۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح دشت کو پسند فرما کر رضا و رغبت سے خلافت کو الگ کی۔ کیونکہ ان کو مسلمانوں کی فلاح و بہبودی اسی میں نظر آئی۔ کہ حضرت معاویہ خلیفہ اسلام مقرر ہو جائیں اور ان کی باشمیت اس میں مانع نہ ہوئی کہ اموی کو خلیفہ بنادے اور پھر بعد میں یزید اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بھی اس بنیادانی رقابت کی وجہ سے پیش نہیں ہوا۔ نژادان بنی امیہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ عام مسلمان کی حیثیت سے یزید کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خلافت کا اہل نہ سمجھا۔ اور آپ اس کی بیعت کو مذہبی طور پر قابل اعتراض سمجھتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں بھی خلافت میں وراثت ہرگز نہ تھی۔ اور امیر معاویہ نے ان کو اہل سمجھ کر رضامندی کے ساتھ جو خلافت اس کو حوالہ کی گئی تھی۔ اب ان کے بیٹے کا خواہ مخواہ خلیفہ ہونا اسی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ لہذا ان کو اس بیعت میں شامل نہ کیا اور وہ جمہور مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کا انتظار کرتے تھے۔ اور شاید وہ کسی اور قبیلہ ہاشمی اہل کے ہاتھ پر متفق ہو سکتے کی صورت میں بیعت کرتے۔ مگر کوفہ کے مکار اور دھوکہ باز شیعوں نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے بے درپے خطوط اور متواتر قاصدوں سے ان کو نہ آنے کی دعوت دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے اندازہ کیا کہ جمہور مسلمان یزید کی بیعت کے لئے آمادہ نہیں اس لئے اب وہ متفق علیہ خلیفہ بنا نہیں۔ لہذا اگر کوئی ایسی

ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ غزوات میں سب سے اول جنین میں شرکت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین کے مال غنیمت سے چالیس اوقیہ (سونا یا چاندی) اور سو اونٹ مرحمت فرمائے اور بنی فراس کا امیر بننا یا پھر شام کی فوج کشی کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو منتخب کیا۔ بہترین کارکردگیوں کی وجہ سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اس عہدہ پر باقی رکھا۔ اور شام ہی میں ۱۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ ۱۹ھ میں ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں زیادہ کو چاہئے آپ کو ابو سفیان اموی کی طرف منسوب کرتا تھا۔ فارس کا حاکم بنا دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم وجہہ کی باہمی کشمکش کے عرصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن جعفر طیار حضرت معاویہ کے پاس تھے اور وہاں ان کو بڑے بڑے وظائف ملتے رہے۔ ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی رضامندی سے جب صلح کر کے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ اور اس کے بعد تمام بنی ہاشم کے ساتھ حسن سلوک اور انعام و عطا یا کا سلسلہ اخیر دم تک جاری رکھا۔ قسطنطنیہ کی فوج کشی میں جو حضرت معاویہ کے زمانہ میں ہوئی۔ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فوج میں رشہ کیے ہوئے انرض اسلام کے بعد بنی ہاشم و بنی امیہ کے درمیان برائی رقابت کا سوال بالکل اٹھ گیا تھا۔ اور اس جذبہ فائدائی کے ماتحت کبھی کوئی عداوت و مخالفت ظہور پذیر نہیں ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو کچھ ناگوار واقعات پیش آئے تھے۔ وہ تو صرف



کوشش کی جائے۔ جو دوسرے اہل کو خلیفہ بنادے تو یہ نہ خروج ہے اور نہ خلیفہ اسلام سے بغاوت۔ انہوں نے کو فیوں کے حلیہ اور مخلصانہ طرز کے بیانات سے یقین کر لیا کہ شاید میرے کوفہ جانے سے خلافت کی ذمہ داری اہل کومل جائے۔ جو سنت نبوی اور سنت شیخین پر خود بھی عامل و پابند ہوا اور دوسروں سے بھی عمل کرائے اور اپنے متعلق اُن کو اعتماد تھا اور بالکل بجا تھا کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ اہل کوفہ جیسے غداروں کی دعوت پر اُن کو صادق یقین کر کے اُن کا کوفہ تشریف لے جانا تجھ کے طور پر غلط ثابت ہوا لیکن یہ ان کی ایک اجتہادی غلط فہمی تھی کہ کوفیہ پر اعتماد کیا ہی وجہ ہے کہ میدان کربلا میں گھر جانے سے قبل انہوں نے جو مقام بیضہ میں تقریر کی اس میں صاف صاف بتلادیا کہ میں کیوں آیا ہوں میدان کربلا میں گھر جانے اور کو فیوں کی غداروں سے مطلع ہو جانے کے بعد آپ نے جو تین مطالبات پیش کئے ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ کو فی اپنی بات سے پھر گئے تو مجھے خواہ مخواہ اس کی طلب نہیں اگر نبی امیہ صرف بوجہ ہاشمیت آپ کے دشمن ہوتے تو ایدین مقبہ حاکم مدینہ بھی تو اموی تھا مگر اس نے ہمیشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے ہاشمیوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور باوجودیکہ نیرید کا اصرار تھا کہ امام بہام سے جلدان جلد بیعت لی جائے مگر اس نے آپ سے یہ چہر بیعت لینے کی کوشش نہ کی اور جب عبداللہ بن زبیر غیر ملکی رات کو مکہ معظمہ گئے تو صبح ان کا تعاقب تو کر دیا مگر دوسری رات جب امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ان کا بالکل تعاقب نہ کیا اور کہا کہ خطہ ہے کہیں راستہ میں ان سے مقابلہ کی نوبت نہ آئے اور پھر عمرو بن سعید اموی حاکم مکہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں خوب تشدد سے کام لیا۔ لیکن عبداللہ بن جعفر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے خود اُن سے امان نامہ حاصل کیا۔ اور جب مکہ سے آپ کوفہ روانہ ہوئے تو وہ امان نامہ آپ کے

پاس بھیجا گیا۔ اور یہی اموی حاکم کوفہ جانے میں مانع بھی نہیں ہوا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خاندان بنی ہاشم کے ایک ممتاز فرد تھے جب امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی۔ تو انہوں نے پہلے ہی امیر معاویہ کو خط لکھ کر جان و مال کی امان حاصل کی اور مل گئی۔ اور مکہ اگر گوشہ نشین ہو گئے۔ اور بیعت عامہ کے بعد بواسطہ ولید یزید کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ بغرض واقعہ کربلا کو ہاشمی اموی رقابت کا نتیجہ قرار دینا ایک صریح غلطی ہے اور جو اس کے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ درحقیقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ایک عدیم النظیر قربانی اور حق پرستی کے ایک شاہکار کو نفسانی خواہشات اور ایک ”جاہلی جذبے“ کا اثر قرار دیکر اس عظیم الشان واقعہ کی اہمیت کو گھٹا رہا ہے جو یقیناً ایک ظلم عظیم ہے اور مظلوم شہید پر مزید جو رجحان، جو کچھ یزید نے کیا۔ اس نے اپنے اموی ہونے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاشمی ہونے کے نکتہ نگاہ سے نہیں کیا بلکہ دنیوی مقاصد اور اپنی سحرانی کی حفاظت کے لئے ہر ظالم حکومت ہر زمانہ میں یہ کام کرتی رہی ہے۔ ابو جعفر منصور عباسی نے ہاشمی ہونیکے باوجود سادات بنی ہاشم کو کس بے دریغی سے قتل کیا۔ بنی امیہ کے پورے دور حکومت میں اتنے سادات کی خون ریزی نہ ہوئی ہوگی جس قدر کہ صرف منصور نے کی محمد مہدی نفس کیے کا خروج منصور کے ساتھ اُن کی مکاریت اور بعد میں ان کی شہادت کے رنگین واقعات تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں۔ وہاں تو امویوں میں سے کوئی نہ تھا۔ خود ہاشمی آپس میں برسر پیکار رہے۔ اس لئے ایسے خونین واقعات کو خاندانی رقابتوں پر محمول کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔

نکتہ ثانیہ۔ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے اصل مجرمین گذشتہ واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس نتیجہ پر

سلف طبری بیعت حسن بن علی

پر آمادہ ہوا۔ یہ عمرو انس سپہ سالار افواج ایران فاتح  
قادسیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے۔ جنہوں  
نے زمانہ فتن میں اپنی تلوار توڑ پھوڑ کر پھینک دی اور  
مدینہ سے جا کر باہر مقام عقیق میں اونٹ چرانے کو مشغول  
بنایا۔ تاکہ ان فتنوں میں نہ پڑوں۔ دنیوی طمع و لالچ  
میں آکر ایسے بدترین کام کے لئے آمادگی عمرو کے کیر کڑکی  
انتہائی کمزوری ہے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
کے مقدس خون سے ہاتھ رنگنے کے جرم میں بہر حال جس  
درجہ میں بھی ہو اس کو داخل ماننا پڑتا ہے۔ سب سے  
زیادہ مجرم اور لعنت و ملامت کا وائے مستحق شمر خبیث  
ہی ہے۔ جس کی منہوس رائے سے اہل بیت کے پاک خون  
سے کربلا کی سرزمین لالہ زار ہوئی۔ اور پھر خبیث الفطرت  
ابن زیاد ہے جس نے کوفہ کی گورنری کی بقا اور یزید کی خوشنودی  
کے گمان باطل سے عمرو بن سعد کے مشورہ کے برخلاف  
شمر کی رائے و تدبیر کو پسند کیا۔ اور عمرو بن سعد کو مجبور کیا  
کہ وہ یا امام کو گرفتار کرے یا لڑائی چھیڑ کر ان کو شہید کر دے  
اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پردہ نشین  
مستورات اور بیمار و کمزور زین العابدینؑ کے ساتھ جو  
ہتک آمیز سلوک کیا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے  
سر مبارک کے ساتھ جو گستاخانہ طرز عمل کیا یہ سب چیزیں  
ایسی ہیں جو کسی طرح قابل تاویل نہیں اور اس کم نجت کی  
خباثت باطنی کا اظہار کر رہی ہیں۔ اور پھر بدترین مجرم  
اسے یاد رکھنے کی بات ہے کہ یہ شمر خبیث بھی شیعیان علیؑ میں سے تھا  
جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ لشکر میں شامل ہو کر شامیوں کے  
رہا۔ اور اس کا جزیہ تھا۔ علیؑ امام ہے میرا۔ میں ہوں علیؑ کا غلام۔ علیؑ کے  
دوتا ہوں میں بہ لشکر شام۔ اس کی بہن ام البنین حضرت علیؑ کے نکاح میں تھیں  
اور اس کے بطن سے عباس۔ عبداللہ۔ جعفر۔ عثمان انہیں کے بطن سے  
تھے۔ امام حسینؑ کے ساتھ یہ چاروں سوتیلے بھائی میدان کربلا میں  
تھے۔ شمر نے اپنے ان بھائیوں کے لئے ابن زیاد سے امان نامہ حاصل  
کیا۔ مگر باغیرت بھائیوں شمر کا وہ امان نامہ منظور نہ کیا۔

فعل کے از نکاب میں کن کن لوگوں کا نام آجاتا ہے ہیں  
یزید کی صفائی اور اس کو بری الذمہ قرار دینا ہرگز مقصود  
نہیں۔ حاشا وکلا۔ لیکن عام پروپیگنڈے نے اس کو جس  
قدر بدنام اور رسوا کر دیا ہے ہماری رائے یہ ہے کہ وہ اس  
قدر مجرم نہیں۔ یعنی عام طور سے تو اول نمبر مجرم اُسے قرار دیا  
جاتا ہے۔ تاریخی روایات نے نہیں۔ بلکہ عام پروپیگنڈے  
نے اصل مجرموں اور خبیثوں کے نام لوگوں کے اذہان سے  
بھلا دیئے۔ اور لعنت و ملامت کے سارے تیر صرف اس  
ایک نشانہ پر پڑنے لگے ہیں۔ یزید نے اس قدر برائی ضرور  
کی ہے کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کے  
بارے میں ولید کو تاکید لکھی۔ کوفہ کی حکومت پر ابن زیاد  
جیسا خبیث النفس متعین کیا۔ جس کے نابکار ہاتھوں سے  
یہ خونیں واقعہ سرانجام ہوا۔ اور پھر ابن زیاد کو یہ لکھا۔ کہ امام  
حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر کوفہ آئے والے ہیں  
اس کا کچھ انتظام کرو۔ اور پھر ابن زیاد سے شرعی قصاص نہ  
لیا۔ یہ چند چیزیں ایسی ہیں جو خود یزید کے کارنامے ہیں  
اور بس، لیکن عام دنیوی بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ  
اور حاکم ہوتے ہوئے اپنی تخت کی حفاظت کے لئے اس نے  
یہ کام کئے۔ باقی امام حسینؑ کے شہید ہونے یا اہل بیت کی  
شہادت اور حرم محرم کو قید کرنے، ذلیل کرنے اور دوسرے  
درد انگیز واقعات کا اس نے حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ سنی روایات  
کو چھوڑ کر شیعہ مؤرخوں کی روایات میں بھی یہ مسلم ہے کہ جب  
اس کو شہادت کی خبر ملی۔ اور قیدیوں کا یہ قافلہ اس کے  
پاس پہنچا۔ تو اس نے نہایت ناراضگی کا اظہار کیا (جیسا کہ  
گذر چکا) اور ابن زیاد و شمر کو انعام سے محروم و خاسر رکھا  
غرض یزید مجرم تو ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر مجرم ہیں  
عمرو بن سعد میدان کربلا میں فوج کا سردار تھا۔ گزشتہ  
بیان سے آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ وہ بھی اس کام کو بدترین  
فعل سمجھتا تھا۔ مگر افسوس کہ رے کی گورنری کے لالچ میں اس نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی شہادت

لتامر بالعدل وندعوا الى حكم الكتاب يعني کونوں  
کی دعوت پر ہم اس لئے ان کے پاس آئے تاکہ لوگوں کو  
انصاف کا حکم کریں اور کتاب اللہ کے حکم کی طرف دعوت  
دیں۔ مقام بیضہ میں پہنچ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے  
جو طویل خطبہ دیا تھا اس کا کچھ حصہ گزر چکا ہے۔ اس تقریر سے  
یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نیرنگے مقابلہ میں حضرت  
حسین رضی اللہ عنہ کا اتنا محض حصول خلافت و سلطنت  
کے لئے نہ تھا۔ بلکہ اس کا مقصد اعلیٰ کلمۃ اللہ تھا کہ نیرنگے  
اپنے استبداد سے جو غیر شرعی طریقے جاری کر دے گئے تھے۔  
انہیں مٹا کر پھر خلافت راشدہ کی یاد تازہ کی جائے۔ اور اس  
کا ثبوت اس طرح بھی ملتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ  
نے از خود اس کی خواہش نہیں کی تھی۔ کوفیوں نے بلایا راستہ  
میں جب مظلوم ہوا کہ عراقی بے وفائی کر گئے ہیں۔ تو پھر آپ نے  
آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور عین شریطن پیش کیں  
یعنی چاہئے تھا کہ نیرنگے جیسے شخص کے ہاتھ پر خود بیعت نہ  
کروں اور اس کی مخالفت بھی مصلحت امت کے خلاف  
نظر آئی اس لئے سرحد پر جا کر کفار سے جہاد کرنے اور شہید  
ہونے کی اجازت طلب کی، یا مدینہ منورہ واپس جاؤں گا۔  
اور عبادت گزاری میں مشغول ہوں گا۔ اور یا اگر عراقی لشکر  
راستہ چھوڑ کر نیرنگے کے پاس جانے دے۔ تو شاید اسے سمجھا بچھا  
کر نصیحت کروں گا۔ اور نیرنگے کے ساتھ خود سارا معاملہ طے  
کروں گا۔ اور یہی فرماتے رہے کہ مجھے چھوڑ دو خدا کی  
زمین بہت وسیع ہے کہیں چلا جاؤں گا۔ جب تک لوگ کوئی  
فیصلہ نہ کر لیں مگر ظالموں نے ایک بھی نہ مافی ماوراس طرح  
آپ نے مظلوم ہو کر جام شہادت نوش کیا۔ اور سارے  
اہلیت قرآن و شاربہ ہو گئے۔

(نکتہ رابعہ) اس موقع پر آپ نے جس صبر و استقلال  
سے کام لیا ہے وہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر کارنامہ  
ہے۔ آپ نے حرم محترم کی عفت ناب بیبیوں کو صبر و سکون  
کی تلقین فرمائی چنانچہ حضرت نریب رضی اللہ عنہا کو

کوفہ کے وہ غدار شیعہ تھے۔ جنہوں نے سینکڑوں خطوط  
اور قاصد بھیج کر امام ہمام کو آنے کی دعوت دی۔ اور عین  
موقع پر مسلم بن عقیل کو چنے یا رومہ دگار چھوڑ کر ابن زیاد  
کی فوج میں شامل ہو گئے۔ اور ابھی فریب کار میدان  
کربلا میں امام کو گھیرنے والے اور تیرو سنان چلانے والے  
تھے انہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتابوں میں اس قسم کی  
روایتیں موجود ہیں کہ امام زین العابدینؑ اور دوسرے  
اہل بیت نے ان کوفیوں کو اصل مجرم اور فاعل ٹھہرایا ہے  
(نکتہ ثانی) اس تمام جدوجہد اور بے مثال قربانی سے حضرت  
حسین رضی اللہ عنہ کا مقصد وفاقی جاہ و جلال کا حصول اور  
ملک گیری نہ تھا۔ اسی لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
کے زمانہ خلافت میں نہایت خاموشی سے رہے۔ لیکن  
نیرنگے جیسے شخص کو عہدہ خلافت پر متکین دیکھ کر ساکت نہ رہا  
برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس وقت صحابہ کرام کی حاجت  
میں کافی تعداد اور پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ  
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ  
عنہ جیسی علیل القدر ہستیوں نے زندہ موجود تھیں۔ جو پھر  
نوع نیرنگے سے زیادہ مستحق خلافت حضرات تھے۔ چاہئے  
تھا کہ مسلمانوں کی امارت اور خلافت کی ذمہ داریاں انہیں  
حوالہ کی جائیں خلافت میں وراثت کا سلسلہ نہ اسلام  
میں بقائے خلفائے راشدین نے اس طرز و طریقہ کو جاری  
کیا۔ اس لئے امام حسین رضی اللہ عنہ بہ طور وراثت نہ نیرنگے  
کی حکومت مان سکتے تھے اور نہ بطور وراثت خود مامی  
خلافت تھے۔ ہاں فضائل و مناقب اور ہر قسم کی اہلیت  
کی بناء پر نیرنگے کے بجائے ان کا انتخاب صحیح ہوتا۔ کوفہ  
والوں نے متواتر خطوط بھیج کر ان کو عہدہ کے قبول کرنے  
کی دعوت دی۔ آپ اپنے اندر یہی اہلیت پاتے تھے۔

اس لئے اسلام اور امت کی خیر خواہی اسی خاطر آپ نے  
ان کی دعوت قبول کی۔ اور کوفہ کا عزم فرمایا چنانچہ مسلم  
بن عقیل نے بھی ابن زیاد کے سامنے یہی تقریر کی۔ خاتیم

ہزاروں کی فوج میں چند اہل بیت کی گھری ہوئی جماعت اور اپنی جان بچانے کے لئے امام حسین رضی اللہ عنہ تقیہ سے ضرور کام لیتے۔ مگر انہوں نے حق کا اعلان کیا اور تقیہ پر عامل نہ ہوئے۔ اور اس سے صریحاً معلوم ہوا کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانہ خلافت میں ان کا ان کے ساتھ تعاون بالکل مخلصانہ تھا اور وہ ان حضرات کو خلفائے برحق سمجھتے تھے۔

### نکتہ سادسہ

یزیدی فوج آمریت مطلقہ کے باطل عقیدہ کی پابند تھی۔ اور جمہوریت کی قائل نہ تھی۔ اس لئے یزید کو بھی اپنی ہیئت پر اصرار رہا۔ اور اپنے مقابلہ میں جمہور کے منتخب کردہ خلیفہ کو گوارا نہ کر سکتا تھا۔ اور اس نے کسی کو یہ موقع ہی نہ دیا کہ ارباب حل و عقد مجتمع ہو کر مسلمانوں کی بہبودی و خیر خواہی کے لئے کسی اہل کو پسند کریں۔ یزیدی فوج اس ساحرانہ انشوں سے مسحور ہوئی انہوں نے ”اطاعت امیر“ کے یہ غلط معنی سمجھے۔ کہ اپنے زعم باطل میں ”اطاعت امیر“ کرتے ہوئے قتل حسین رضی اللہ عنہ جیسے ملعون و قبیح فعل پر آمادہ ہوئے۔ پس اب بھی جو کوئی آمریت مطلقہ اور خود مختار نہ قیادت کا مدعی بن کر مسلمان قوم پر مسلط ہونا چاہتا ہے اور کسی کی حق گوئی یا نہ تنقید برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ یزید اور یزیدیوں کی اس سنت کا پیرو ہے۔ مسلمانوں کو ایسے اشخاص سے اجتناب ضروری ہے۔ ہمارے مشرقی اور دوسرے قائدین کی امارت و قیادت اسی فوج کی ہے۔

### نکتہ سابعہ۔ ثمرات شہادت

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

کر بلا کے اس خونین واقعہ کو جس قدر بھی درد انگیز

گلہ جن کے ہاں لایمان لمن لا تقیہ لہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مطلق ان کا عقیدہ خود معلوم ہو سکتا ہے۔

انہوں نے جو نصیحت و وصیت فرمائی وہ آپ ملاحظہ کرچکے۔ میدان کارزار میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھنے سے پہلے آپ نے دربار خداوندی میں جو دعا کی۔ وہ توکل و اعتماد علی اللہ اور عزم و ہمت کا بہترین نمونہ ہے۔ اب جو لوگ ہر سال واقعہ کربلا کی یاد کے بہانہ سے روتے پٹیتے اور نالہ و بکا سے آسمان سر پر اٹھاتے اور فوج و ماتم برپا کرتے اور مجالس عزاداری منعقد کرتے ہیں ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سب محبت حسین رضی اللہ عنہ میں ہو رہا ہے سرتاپا غلط ہے اور ان کی آخری وصیت کے بالکل خلاف ہے آپ نے آخر دم تک زبان مبارک سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالا۔ جس سے دل کی کمزوری اور عزم و شہادت میں لغزش اور ارادے میں ضعف و انحصال ظاہر ہو سکے اور انابت الی اللہ کا بہترین مظاہرہ اور نمونہ عمل پیش کر گئے۔ کہ اس حالت پیاس و شدت قتال میں بھی آپ نے سلوۃ خوف ادا کی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچے محب اور پیرو وہ ہیں جو ان مصائب کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کر گئے۔ اور اپنے ایمانی جذبہ میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ اور ہمیشہ باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر لڑتے اور سہ ہر چہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست“ کہتے ہوئے سچی مردانگی و شجاعت کا مظاہرہ کر کے حق و صداقت کے لئے پرواز وار اپنے گلے کٹوائیں۔

وان الاولی بالطف من الہاشم  
تأسوا فستأولکم الامم التأسیت

نکتہ خامسہ۔ لوگ جبرجہ تقیہ کاراگ الاپتے پھرتے ہیں اور انہوں نے ائمہ کی ساری زندگی کو ”منافقت“ قرار دینا اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ انہیں ذرا دیدہ عبرت کھول کر دیکھنا چاہیے۔ کہ اگر ائمہ کے ہاں کسی طرح بھی باطل کے مقابلہ میں تقیہ کی گنجائش ہوتی۔ تو سب سے اول لے آجکل کے مجاہد اہل بیت تعز یوں کے نکالنے اور دوسرے خرافات و بدعات میں اس قدر منہمک ہو گئے ہیں۔ کہ کبھی فرض نماز کی ادائیگی کا انہیں خیال بھی نہیں آتا۔

نے بزدلی - تقیہ - بے صبری، داویلا و فغان کو ہی مقصد قرار دے کر حضرت کے عظیم الشان مقصد کو فوت کر دیا۔ اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ کے مطابق اسوہ حسین رضی اللہ عنہ میں امت محمدی کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اور اسی شاہراہ پر چل کر وہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اہل سنت نے اسی اسوہ حسنہ پر چل کر تمام ممالک عالم کو فتح کیا اور ان پر حکمران و غالب رہے اور شیعوں نے اصل مقصد یعنی جذبہ قربانی و حق پرستی کو چھوڑ کر صرف سینہ کو بی اور مرثیہ پر اکتفا کیا۔ اس لئے آج تک وہ ضربت علیہم الذلۃ و المسکنتہ کے مصداق بنے رہے بلکہ اپنے ساتھ انہوں نے ہمیشہ سینوں کی حکومتیں بھی تباہ کیں۔ انہیں معنوں میں ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء مانتے ہیں۔ کہ آپ کے زمانہ کے بعد جتنے شہداء ہوئے وہ سب آپ کی اتباع میں شہید ہوئے۔ ورنہ علی الاطلاق تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہی سید الشہداء ہیں۔

بنا کردند خوشش رستم بجاک و خون غلطیدن  
خدا رحمت کند ایس عاشقان پاک طینت را  
اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ان ارواح قدسیہ کی طرح راہ حق میں قربان ہونے کا جذبہ عنایت فرمائے اور دینِ قیم کی خاطر ہر طرح کے مصائب و شدائد جھیلنے اور صبر و استقامت کی توفیق مرحمت فرمائے اور تمام مسلمانوں کو غیر کی غلامی کفار کی کجگوئی سے نجات دے۔ اور خلفائے راشدین کے زمانہ عدل و انصاف کی طرح منصفانہ اور عادلانہ نظام و آئین جاری فرمائے آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

اور صبر شکن کہا جاتا ہے۔ لیکن بہر حال جو نوشتہ تقدیر مٹا دہ ہو کر رہا۔ لیکن اب تو ہمیں اس حادثہ عظمیٰ کو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ اس کے ثمرات کیا حاصل ہوئے اور اس میں ہمارے لئے بھی کوئی سبق موجود ہے یا نہیں حقیقت بین نگاہوں سے یہ بات مخفی نہیں۔ کہ اس واقعہ شہادت نے مسلمانوں کو ایک ایسی عملی تعلیم دی جس کی وجہ سے وہ صفحہ زمین پر اسلامی پرچم کو بلند و بالا رکھ سکتے ہیں اور بساط دنیا میں اپنے لئے عزت و احترام کا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ نے عملاً بتا دیا۔ کہ مسلمان کی گردن تلوار کی دھار سے کٹ سکتی ہے۔ لیکن باطل کے سامنے جھک نہیں سکتی مسلمان کی لاش گھوڑوں کے ٹاپوں کے نیچے پامال ہو سکتی ہے لیکن وہ زندہ رہ کر ظالم فاسق حاکم کی حکومت تسلیم کر کے غلامانہ اور ذلیل بیعت نہیں کر سکتا۔ اپنی جان و مال اہل و عیال کو قربان کر سکتا ہے۔ لیکن اپنے ضمیر کے فیصلہ حق و صداقت کو کسی کے خوف و خطر سے دبا نہیں سکتا۔ انہوں نے مسلمان کے ”وٹ“ کی قدر و قیمت بتلا دی۔ اور دنیا پر یہ حقیقت آشکار کر دی۔ کہ جس نے صداقت و ملکیت کا علم بند کر کے جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اگرچہ بظاہر ناکام نظر آئے۔ لیکن حقیقت میں وہی کامیاب و بامراد اور وہی زندہ ہیں۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اصوات بل الجلاء  
وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

ہرگز نہ میرا ننگہ دلش زندہ شدہ عشق  
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما  
آپ کی شہادت ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن شیعوں نے اس کو ایک ایسے رنگ میں پیش کیا جس سے انہوں نے اس کی اہمیت گھٹا دی۔ بجائے اس کے کہ مسلمان اس سے شجاعت اولوالعزمی، صبر و استقلال، حق گوئی سیکھتے، انہوں



# یوم عاشورا

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل)

اسی روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو زندان بلا سے رہائی نصیب ہوئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنایا گیا۔ اور فرعون تمام لاؤ لشکر سمیت سمندر میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم و غلامی سے نجات حاصل ہوئی۔ اور اسی طرح دوسرے پیغمبروں پر خداوند تعالیٰ کی خاص خاص نعمتیں اسی روز نازل ہوئیں۔ چنانچہ فرعون سے نجات پانے کے شکریہ میں یہود اسی روز روزہ رکھتے اور خوشیاں مناتے۔

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ شریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہود عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کہ یہ کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات دی تو انہوں نے روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا: کہ تمہاری نسبت تو ہم زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے والے ہیں۔ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کی خاص تاکید فرمائی۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ خود بھی روزہ رکھتے اور اس قدر اہتمام فرماتے کہ چھوٹے بچوں

آج کل عام طور سے محرم کا مہینہ اور عاشورا کا دن صرف اس وجہ سے معروف ہے کہ اس روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اس لئے مسلمان اس روز کو ماتم حسینؑ اور مرتبہ خوانی، و تعزیر پرستی کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی روایات کی بنا پر عاشورا کا یہ دن شہادت امام حسینؑ سے پہلے بھی قابل احترام و اعزاز رہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کرام کے لئے جس طرح شہادت کی فضیلت حاصل ہوئی اسی طرح یہ اور بھی بڑھ کر فضیلت و کرامت تھی کہ ایسے قابل احترام دن میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوئے اور دائمی کامیابی حاصل کی۔ یوم عاشورا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کنت صائمًا بعد شهر رمضان فصم للمحرم فانه شهر الله فيه يوم تاب فيه على قوم ويتوب فيه على قوم اخبرني (ترمذی)۔

لوگوں کی توبہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ مراد اس سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ ہے جو عاشورا کے روز مقبول ہوئی۔ احادیث کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی عاشورا کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی پر جا کر ٹھہری، ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور غمزدگی آتش سوزان اُن پر گھڑا رہن گئی، اور

کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کیا کرتے۔ بعض روایات میں ہے کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے قبل عاشوراء کا روزہ فرض تھا۔ اور فرضیت رمضان کے بعد اس دن کے روزہ کی فرضیت تو نہ رہی لیکن استیجاب پھر بھی باقی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ کان عاشوراء یصام قبل رمضان فلما نزل رمضان کان من شاء صام ومن شاء اخطأ (صحاح ستہ) چاہے روزہ نہ رکھے۔ یعنی مستحب رہا۔

صحاح کی مختلف روایتوں میں اس روزے کی فضیلت بتائی گئی ہے۔ اور ترغیب دی گئی ہے کہ یہ روزہ رکھا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام اس پر عامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

حين صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء وامر بهيامه قالوا يا رسول الله انه يوم تعظمه اليهود والنصارى قال فاذا كان العام المقبل ان شاء الله صمت اليوم التاسع فلم يأت العام المقبل حتى توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم (مسلم و ابوداؤد)

اور ایک روایت میں ہے۔ صوموا التاسع والعاشوراء خالفوا اليهود (رزین) نو اور دس کو روزہ رکھو

اور یہود کی مخالفت کرو۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے صوموا عاشوراء وخالفوا فيه اليهود وصوموا قبله يوماً وبعده يوماً (احمد و بزار) عاشوراء کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کیا کرو۔ ایک دن اُس سے قبل اور ایک دن اس کے بعد روزہ رکھا کرو۔ ان مختلف روایات سے ثابت ہوا۔ کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ سے بچنے اور ان کی مخالفت کے لئے نویا گیارہ تاریخ کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ ویستحب ان یصوم یوم عاشوراء بصوم یوم قبله او یوم بعده لیکن مخالف لاهل کتاب و دخوہ فی البدائع (شامی جلد ۱) والمکرہ تنزیہاً کاعاشوراء وحده ای مفرداً عن التاسع وعن الحادی عشر (اصلہ) لانه تشبه باليهود

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کے علاوہ احادیث میں اہل و عیال پر رزق کی وسعت کرنے کا بھی حکم آیا ہے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس روزہ اپنے گھر والوں پر کھانے پینے کی فراخی رکھے۔ سال بھر تک اس کی روزی میں برکت رہتی ہے۔ اور جب اس روز کھانے میں فراغت ہوگی۔ تو اگر اس میں سے بقدر وسعت و طاقت کچھ محتاجوں غریبوں کو بھی دے دیا جائے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن اس میں بھی حد اعتدال سے تجاوز کرنا اور صرف ایک رسم کے طور پر اپنی طرف سے بعض قیود بڑھانا اور طاقت و قدرت نہ ہوتے ہوئے بھی قرض لے لے کر رسمی چیزیں بچانا صحیح نہیں۔ پس تمام مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ اس دن کے ساتھ نویا گیارہ تاریخ ملا کر روزہ رکھیں۔ اگر اللہ نے وسعت دی ہے تو اپنے اہل و عیال پر رزق کی فراخی کریں۔ اور مناسب طریقہ پر محتاجوں فقیروں کو بھی کھلائیں پلائیں۔ اور تمام دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا و استغفار کے ساتھ مشغول رہیں۔ اپنے گناہوں سے توبہ

موضوع کہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بتنی چیزیں عام طور سے مسلمانوں میں آجکل ان ایام میں جاری ہیں وہ سب فضول و اہیات اور ناجائز قابل ترک ہیں۔ افسوس اس پر ہے کہ سنی مسلمان شیعوں سے زیادہ ان خرافات میں مبتلا ہیں۔

(۱) بہت سے لوگ ان دنوں میں تعزیہ بناتے ہیں اور اس کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ تعزیہ کا بنانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور بعض جاہلوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں حضرات کربلا تشریف لائے ہیں۔ اور اسی لئے تعزیوں پر چڑھاوے پڑھاتے ہیں۔ ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ان پر عرضیاں لٹکاتے ہیں۔ یہ سب معصیت کی باتیں ہیں، ایسے فضول اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا کس قدر جہالت ہے شیعہ سید اور جاہل پر اپنی دکا نداری چمکانے کے لئے اس کے بڑے بڑے فضائل بیان کرتے ہیں اور جاہل سنی مسلمان بھی اندھا دھند ان پر مال و ایسان دونوں گٹاتے ہیں۔

(۲) بعض تعزیہ تو نہیں بناتے۔ لیکن مرثیہ یا شہادت نامہ ضرور پڑھتے ہیں اور پھر اس کو پڑھ کر رو اور چیختے چلاتے ہیں۔ شریعت میں مصیبت کے وقت قصہ کر کے رونا درست نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لیس منامن ضرب الحدود و دشت الجہنم و دعی بد عوی، الجاہلیہ قدر متفق علیہ ترمذی (سلفی) جو نوہ کرتا ہوا اپنا منہ پیٹے اور گریبان بھاڑے اور جاہلیت کا دعویٰ کرے وہ ہم میں سے نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کسی مؤمن مرد و عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین روز کے بعد پھر کسی شخص کے مرنے کا سوگ و غم کرے سوائے عورت کے کہ وہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد چار مہینے دس دن تک سوگ کر سکتی ہے تمام علمائے امت اور بزرگانِ دین نے سخت

کر کے نجات کی دعا کریں۔ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ مقبول ہوئی اور ان سے وہ عذاب جس کے علامات شروع ہو چکے تھے ٹل گیا۔ اس طرح ہماری قوم کی توبہ قبول ہو اور ہم سے مصیبتوں اور مختلف آفات و بلیات کے یہ عذاب دفع ہو جائیں جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو زندانِ مصیبت سے رہائی نصیب ہوئی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے جا لگی۔ اسی طرح غلامی و محکومی کے زندان سے ہم کچھ نکالنا نصیب ہوا اور کشتی مراد ساحلِ سلامت کا گھر جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور فرعون جیسے جابر و ظالم کو غرقِ آب کیا اسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیہ و طفیل سے آپ کی امت کے ظالم و جابر حاکموں کے بچہ آہستہ سے چھڑا دے اور ان کو فرعونوں کی طرح سمندر کی تہ میں بھونچا اور جس طرح بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو فرعونوں جیسی قوی قوم کے مقابلہ میں کامیاب کر کے ان کی زمینوں، باغوں، محلات کا وارث بنا دیا اسی طرح کمزور و ناتواں بندوں کو ظالم طاقتوروں کے مقابلہ میں کامیاب ان کے املاک و اموال کا وارث بنادے۔ و ما ذلک علی اللہ بجزیز۔

چاہیے کہ اس متبرک و محترم دن کو لوہو و لب، نغریوں باجوں، اور دوسری فضولیات و بدعات میں ضائع نہ کریں اور یہ توبہ علی قومِ آخرین کی بشارت کو زیرِ نظر رکھ کر بصدق دل توبہ کریں شاید کہ درگاہِ خداوندی میں قبول ہو۔ اور ہماری موجودہ سیاہ روزی اور بد بختی خوش بختی و خوشحالی سے بدل جائے۔

## بدعاتِ محرم

محرم کے اعمال میں حدیثوں کی رو سے صرف دو امر ثابت ہیں ایک عاشورا کا روزہ۔ اور دوسرا اہل و عیال پر رزق کی فراخی۔ اس دن عمرہ لگانے کا ذکر بھی بعض روایتوں میں ہے لیکن اکثر علماء نے اس روایت کو ضعیف اور بعض نے

ہیں۔ یہ سب ایسے امور ہیں۔ کہ ہر ادنیٰ معقل والا شخص خود ہی ان کی برائیوں کو سمجھ سکتا ہے۔

(۴) بعض لوگ ان ایام میں شربت پلاتے ہیں اور اس میں اُن کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے ان شہیدوں کی پیاس بجھے گی۔ کیونکہ وہ پیاس سے شہید ہوئے تھے تو سمجھنا چاہیے کہ اُن کے پاس خود شربت تو نہیں پہنچتا۔ بلکہ اگر خلوص سے شرع کے موافق ہوتا تو ثواب پہنچتا۔ اور ثواب گرم اور ٹھنڈی چیز کا یکساں ہے۔ اور شربت کے اس التزام کی بناء اس فاسد عقیدہ پر اس طور سے بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ خواہ سردی ہو خواہ گرمی۔ ہر موسم میں شربت ہی دیتے ہیں۔

(۵) بعض حضرات کچھڑی کی پابندی کرتے اور اس کو خواہ مخواہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس غیر ضروری کو اس قدر اہم اور ضروری سمجھنا بھی صحیح نہیں۔

(۶) بعض جہلاء ان ایام میں اپنی اولاد کو حضرت امام کے نام کا فقیر بناتے ہیں۔ یہ بھی ناجائز کام ہے۔ (۷) بعض جہال ان ایام میں شادی بیاہ یا دوسری خوشی کی تقریب کو بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط خیال ہے (۸) بعض اُس بچے کو جو محرم میں پیدا ہو منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عاشوراء کے دن متذکرہ بالا

دو چیزوں یعنی روزہ و فراخی رزق کے علاوہ اور کوئی کام خاص اس روز کا شرعی حکم اور کارِ ثواب اور جزو دین سمجھ کر کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے اور بدعات سے مجتنب رہنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین؟

تاکیدی الفاظ میں اس کی حمانت کی ہے۔ لیکن ہم یہاں صرف غوث الاعظم قطب عالم محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد آپ کی کتاب غنیۃ الطالبین سے نقل کرتے ہیں۔

دریچازان یثخن موتہ  
رای الحسین یوم مصیبة  
لکان یوم الاثنین اولی  
بن لك اذ قبض الله تعالی  
نبیہ محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم فیہ وكن لك الوبیکر  
الصدیق رضی اللہ عنہ  
قبض فیہ وفقد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم وفقد  
ابی بکر رضی اللہ عنہ اعظم  
من فقد غیرہما ثم لجاز  
ان یتخذ هذا الیوم مصیبة  
لاتخذہ الصیابة والتابون  
رضی اللہ عنہم  
وانہم اقرب الیہ منا  
واخص بہ۔

اگر اس شہادت کا دن مصیبت کا دن بنانا جائز ہوتا۔ تو دو روز کا روز اس کا حقدار ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وفات دی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال دوسروں کو وفات سے زیادہ درد انگیز ہے۔ پھر اگر روز شہادت حسین رضی اللہ عنہ کو روز ماتم و غم بنانا جائز ہوتا تو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم ضرور غم مناتے۔ کیونکہ وہ حضرت ہماری نسبت سید الشہداء کے ساتھ زیادہ خصوصیت

رکھتے تھے۔ اور زیادہ قریب تھے۔

حضرت غوث الاعظم کے ان کلمات مبارکہ کو سنی حضرات غور سے دیکھیں اور عمل کے لئے آمادہ ہوں۔

نیز مشیوں اور شہادت نامہ کی اکثر روایات بالکل موضوع اور غلط ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ خود اس کا التزام ناجائز ہے۔

(۳) تزییہ کے ساتھ باجے بجاتے ہیں۔ اس کے دفن کرنے کی جگہ کو زیارت گاہ سمجھتے ہیں۔ مرد و عورت آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں۔ نمازیں غارت کرتے

# ماتم حسین رضی اللہ عنہ پر ایک صفہائی شیعہ مجتہد کا فتوہ

شیعہ اخبار ”چہرہ نما“ مصر مورخہ ۱۵ اردی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۴۲ء میں شیعہ مجتہد شیخ محمد تقی صاحب اصفہانی کا ایک فتویٰ ماتم اور سینہ کوئی کے خلاف شائع ہوا تھا اس کا خلاصہ ترجمہ درج ذیل ہے:-

(صدیر)

سینہ کوئی اور زنجیر زنی وغیرہ تمام حرکات..... خلاف شریعت ہیں۔ اس..... کا نام یونہی عہد اداری رکھ لیا گیا ہے۔ اخبار و احادیث میں وارد ہے کہ نزدیک ترین اقربا کی وفات پر بھی اس قسم کی حرکات نہیں کرنی چاہئیں۔ اگر متوہ کا سی خراش بھی آجائے تو انسان گناہگار اور خلاف شرع امر کا مرتکب ہوتا ہے۔

خود حضرت سید الشہداء اُس آخری ساعت جبکہ آپ اپنے اہلبیت سے وداع ہو رہے تھے۔ حضرت زینب سے فرماتے ہیں۔ ”خواہر جان! زمین و آسمان کے تمام رہنے والے مر جائیں گے۔ خدا کے سوا کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ خبر دار میرے بعد منہ پر طاپچہ نہ مارنا اور چہرہ پر کوئی فراس نہ لانا۔“ پس جو شخص ایسے..... اعمال کا ارتکاب کرتا ہے امام کی نص کے خلاف کرتا ہے۔ لہذا وہ گناہگار اور جواب دہ ہے۔ عام لوگ جو نادانی سے ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ گویا بدن اسلام پر بڑا طاپچہ رسید کرتے ہیں۔ بہال کی ان حرکات کے عکس لے کر یورپ والے سینما (تماشا گاہوں) میں پیش کرتے اور دین اسلام کو تمسخر اور ملعون قرار دیتے ہیں

ان حرکات..... کے ذمہ دار علماء (شیعہ) ہیں۔ جنہوں نے دین اسلام کو مذاق اور باز بچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ اور بہشت و جہنم فروشی کی ایک دکان کھول رکھی ہے۔ ان کو غور کرنا چاہیے کہ جو چیز حرام ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔ اور جو حلال ہے قیامت

مردوں کو عورتوں کا لباس پہنانا۔ واقعات کربلا کی نقلیں اتارنا۔ اور اس طرح غریب لوگوں کو کاروبار سے باز رکھنا وغیرہ خلاف شرع ہے۔ زیارت کو جانا اور روضہ (مرثیہ) خوانی کرنا بھی واجب نہیں ہے روضہ خوانی صرف اس حد تک جائز ہے..... کہ فلسفہ شہادت بیان کیا جائے کہ زور و ظلم و باطل سے نہیں دینا چاہیئے۔ اور بس۔ یہ کسی طرح

سینہ کوئی اور زنجیر زنی وغیرہ تمام حرکات..... خلاف شریعت ہیں۔ اس..... کا نام یونہی عہد اداری رکھ لیا گیا ہے۔ اخبار و احادیث میں وارد ہے کہ نزدیک ترین اقربا کی وفات پر بھی اس قسم کی حرکات نہیں کرنی چاہئیں۔ اگر متوہ کا سی خراش بھی آجائے تو انسان گناہگار اور خلاف شرع امر کا مرتکب ہوتا ہے۔

خود حضرت سید الشہداء اُس آخری ساعت جبکہ آپ اپنے اہلبیت سے وداع ہو رہے تھے۔ حضرت زینب سے فرماتے ہیں۔ ”خواہر جان! زمین و آسمان کے تمام رہنے والے مر جائیں گے۔ خدا کے سوا کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ خبر دار میرے بعد منہ پر طاپچہ نہ مارنا اور چہرہ پر کوئی فراس نہ لانا۔“ پس جو شخص ایسے..... اعمال کا ارتکاب کرتا ہے امام کی نص کے خلاف کرتا ہے۔ لہذا وہ گناہگار اور جواب دہ ہے۔ عام لوگ جو نادانی سے ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ گویا بدن اسلام پر بڑا طاپچہ رسید کرتے ہیں۔ بہال کی ان حرکات کے عکس لے کر یورپ والے سینما (تماشا گاہوں) میں پیش کرتے اور دین اسلام کو تمسخر اور ملعون قرار دیتے ہیں

ان حرکات..... کے ذمہ دار علماء (شیعہ) ہیں۔ جنہوں نے دین اسلام کو مذاق اور باز بچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ اور بہشت و جہنم فروشی کی ایک دکان کھول رکھی ہے۔ ان کو غور کرنا چاہیے کہ جو چیز حرام ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔ اور جو حلال ہے قیامت



مناتے ہیں اور ان میں مطلق عزا داری نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس حضرت رسول خدا اور حضرت حسین بن علی کی ولادت کے دن جشن کرتے تھے۔ اور عمر فرج و سرور میں بسر کرتے ہیں۔ مگر ایران عزا داری۔ نوخہ سرائی مگر یہ وزاری سر و سینہ زنی سے خود کشی کر رہا ہے۔

نوٹ:- اصل فتوے میں شیخ محمد تقی صاحب اصفہانی شیعہ مجتہد نے جو شہ اصلاح میں اپنے برادران وطن پر سوت و درشت الفاظ میں جرح قہقہ کی ہے۔ جنہیں اٹھل فتوے میں ہم نے اس لئے بعینہ لکھ دیا ہے۔ کہ فتوے میں ترمیم کنندہ یا خائنی نہ قرار دئے جائیں۔ مگر خلاصہ ترجمہ میں انہیں ترک کر دیا ہے)

بہر حال ہندی شیعوں کو غور کرنا چاہیے کہ مجتہد مذکور کا فتوے کہاں تک یہاں (ہندوستان میں)

واجب العمل ہو سکتا ہے؟ امید ہے جو جوں جوں

علم کی روشنی پھیلے گی۔ ماتم حسین کی موجودہ ج

طرز ادا میں کمی واقع ہوتی جائے گی۔ واقعی اصلاح

میں (نجیال مجتہد موصوف) وہی لوگ خارج ہیں

جن کا ذریعہ معاش ماتم حسین بنا ہوا ہے۔ اگر

پہلک اس رمز کو سمجھ جائے تو بہت جلد مفت

خوروں کو کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کرنا پڑے

اور اس کے ساتھ ہی شیعہ سنی نفاق ملیا میٹ

ہو جائے۔ کیونکہ (بقول مجتہد موصوف) مصنوعی

قصے اور غلط روایتیں ہی (جو موجودہ طریق ماتم کا

سنگ بنیاد ہیں) باہمی نفاق کا موجب ہیں۔ ہمارا

مقصد اس کی اشاعت سے شیعوں کی خیر خواہی ہے

ان اید الا اصلاح ما استطعت وما توفیق

الا باللہ علیہ توکلت۔ اللہ صمد قوی

فانصہ (یعلمون۔

جائز نہیں کہ ایک بے.... ہزار.... روضہ خوان منبر پر جاؤ اور یہ کہہ کر لوگوں کو رولائے کہ من بکلی ادا بکلی اوتبا کا وجبت لہ الجنة۔ یعنی جو ”حسین پر“ روئے یا رولائے یا رونی صورت بنائے وہ قطعی جنتی ہے“ آہ! یہ کلمات کس قدر اخلاق عامہ کو خراب کر نیوالے ہیں۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ من الذی لیشفع عندک الا باذنہ یعنی کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے۔ مگر اپنی دوکان کو رونق دینے والا مرثیہ خوان ایک قطرہ اشک پر اخلاق مردم کو قربان اور فاسد کر دیتا ہے۔ خدا ہمارے مرثیہ خوانوں پر رحم فرمائے کہ انہوں نے کہیں سے جو سن لیا کتاب میں لکھ لیا۔ ہمیں ان کے نوشتے دیکھ کر تعجب آتا ہے اور ان کی روایات کو کوئی سلیم العقل باور نہیں کر سکتا۔ انہی کے حق میں حضرت صادق فرماتے ہیں کہ اس طائفہ کا ضرر اور صدمہ ہمارے شیعوں پر لشکر یزید سے بھی زیادہ ہے“ میں بڑے تافت سے یہ اظہار کرنے پر مجبور ہوں کہ ہر انقلاب سے اہل علم فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ مگر ہم جو ہر سال تین ماہ انقلاب کی شکل دیکھتے ہیں۔ سوائے.... گری اور اپنا.... پن ظاہر کرنے کے اور کام نہیں کرتے“

اسی اخبار میں ایک اور مضمون درج ہے جس میں لکھا ہے کہ یورپ کی متمدن اقوام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ہیں (اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے عذابوں سے مارے گئے) مگر وہ حضرت مسیح اور دوسرے بزرگوں کی شہادت کے دن عزا داری اور نوخہ گری نہیں کرتے اور کسی وقت اپنے آپ کو حزن و اندوہ کے دریا میں نہیں ڈالتے اور نہ ہی کبھی سر پیٹتے اور چھاتی کوٹتے ہیں احوال ملت اسلامی شرقی پر عموماً اور مصری پر خصوصاً نظر کرنے سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خلیفہ دوم عمر بن خطاب خلیفہ سوم عثمان بن عفان خلیفہ چہارم حضرت علی ابن ابیطالب اور محمد بن ابی بکر وغیرہ کی شہادت کے دن